ہفت روزہ خدّام الدین لاہور

بانی ادارہ: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قومی ترقی کا اصل معیار

اگر کوئی قوم بزدلانہ اور غلامانہ سیرت اختیار کر لے، اس کے اندر سے خودداری، بلند حوصلگی اور اخلاقی جرأت کے صفات نکل جائیں، وہ پیسے کی خاطر یا ڈر دھونس سے بالکل اپنی مرضی کے خلاف ہر کام کر سکے، وہ یہ سمجھنے لگے کہ ہر قیمت پر زندہ رہنا اور ملازمت و عہدہ برقرار رکھنا ضروری ہے اور اس میں ضمیر، اصول، غیرت و خودداری کا کوئی سوال نہیں تو پھر اس ملک کے لیے خواہ وہ سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی حیثیت سے کتنا ہی ترقی کر جائے کچھ خوش ہونے کی بات نہیں کہ ملک قوم سے ہے اور قوم اپنی سیرت، اندرونی صفات، خودداری اور اخلاقی جرأت سے ہے۔ معیار زندگی کے بلند ہو جانے اور وسائل معیشت کے حاصل ہو جانے پر نہیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

23

فی پرچہ:
ایک روپیہ

بے کسوں کا مددگار

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَحْسَبُهٗ کَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ وَکَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ اور مسکین کا خرچ اٹھانے والا ایسا ہی ہے جیسا اللہ کی راہ میں جان دینے والا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ لگاتار نماز میں کھڑا ہونے والے اور مسلسل روزے رکھنے والے کے برابر ہے جو کبھی نہ تھکے۔

اَرْمَلَه اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو یا چھوڑ بیٹھا ہو اور وہ خرچ سے تنگ ہو۔

مسکین ایک نادار اور مفلس شخص کو کہا جاتا ہے۔

انسان کے پاس دو ہی چیزیں ہیں جن کی وہ سب سے زیادہ قدر کرتا ہے اور جن کی حفاظت میں ہر وقت لگا رہتا ہے جان اور مال۔ ایک وقت وہ تھا کہ مسلمان مفلس تھے اس وقت اللہ کے حکم سے اسلام کے دشمنوں سے لڑنا سب سے بڑی عبادت تھی۔ جب مسلمانوں کو فتح ہو گئی اور لڑائی کا موقعہ زیادہ نہ رہا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جان دے دینا سب سے بڑی عبادت ہے جب اس کا موقعہ نہ رہے تو اب بدنی قوت کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے میں خرچ کرو۔ یہ بھی جہاد کی ایک قسم ہے کیونکہ اس میں بیرونی دشمنوں سے نہیں تو اپنی خواہشوں سے لڑنا پڑتا ہے۔ جو انسان کی اندرونی دشمن ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصل عبادت یہ ہے کہ اللہ کے لیے اور اس کے ڈر سے بے جا خواہشوں کو دبائے اس میں بدن اور جان کو اللہ کی راہ میں محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ لیکن انسان کا مال بھی جان سے کم نہیں بلکہ اکثر لوگ تو اس کے حاصل کرنے کے لیے جان تک دے دیتے ہیں اس لیے مال کو محتاجوں کی مدد کے لیے خرچ کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے جان دے دینا۔ کچھ لوگ نماز روزہ اور بدنی عبادت کی تکلیف تو بخوشی اٹھا لیتے ہیں مگر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے۔ اس لیے اللہ کے حکم کے مطابق بے کسوں، غریبوں اور محتاجوں کی مالی مدد کرنا عبادت کے لیے بدنی مشقت اٹھانے کے برابر ہے اور نفلی نمازوں اور روزوں سے بڑھ کر ہے۔ محنت سے حلال مال حاصل کریں۔ اس سے ضرورت مندوں کی مدد کریں۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اقوال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- خندہ روئی سے پیش آنا سب سے بڑی نیکی ہے۔
- معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔
- سچائی میں اگرچہ خوف ہے مگر باعث نجات ہے اور جھوٹ میں گو اطمینان ہو مگر موجب ہلاکت ہے۔
- جس شخص کے دل میں جتنی زیادہ حرص ہوتی ہے اس کو اللہ تعالےٰ کا اتنا ہی کم یقین ہوتا ہے۔
- بخیل دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرے گا اور عاقبت میں امیروں کا سا حساب بھگتے گا۔
- جس شخص کی امیدیں چھوٹی ہوتی ہیں اس کے عمل بھی درست ہوتے ہیں۔
- دین کی درستی دنیا کے نقصان کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

(مرسلہ: عبدالواحد بیگ مرحوم ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۲۳ — شمارہ ۳۰

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۱۲ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ • ۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء

رئیس الادارہ: جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور ○ مدیر: محمد سعید الرحمن علوی

اہلِ علم کی خدمت میں!

حضرت مولانا السید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ نے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کے دینی و علمی ماہنامہ "بیّنات" میں اپنے قلم سے جو آخری اداریہ لکھا اس سے واضح طور پر یہ تاثر ابھرتا تھا کہ اسلامی مشاورتی کونسل ایک خود مختار ادارہ ہوگا اور اس کی سفارشات فوری طور پر نافذ العمل ہوں گی۔

اس سلسلہ میں وضاحت کا موقعہ نہ ملا کہ ہم حضرت مرحوم سے معلوم کر سکتے۔ کیونکہ چند دن بعد وہ دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن ہم نے اسلامی مشاورتی کونسل کے ایک دوسرے معزز رکن سے اس سلسلہ میں جب استفسار کیا تو انھوں نے بتلایا کہ موجودہ تشکیل کے بعد جو پہلا اجلاس ہوا اس میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے جو تقریر فرمائی اس میں یہی کچھ ارشاد فرمایا جس کو حضرت بنوری مرحوم نے بیّنات میں ذکر فرمایا ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی عملی چیز سامنے نہیں آ رہی اور "تجدید میثاق" کا دن منانے کے بعد اس محاذ پر قطعی اور مکمل خاموشی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں بدگمانی سے بچائے۔ ہمارے یہاں شروع دن سے ایسے کام ہوئے جن سے خدمت و نفاذ اسلامی کی راہ ہموار ہونے کا تاثر سامنے آتا تھا۔ لیکن ہوا آج تک کچھ بھی نہیں۔ قرار داد مقاصد، اسلامی تعلیمات کا بورڈ اور اس کے بعد اسلامی مشاورتی کونسل کا سلسلہ تو مدت سے چل رہا لیکن اس کی حیثیت شروع دن سے "سفارشی بورڈ" کی رہی اور بس۔ اب خیال تھا کہ معاملہ قدرے مختلف ہوگا لیکن صورت حال جوں کی توں ہے بلکہ سفارشات کی حد تک بھی دیکھا جائے تو معاملہ زیادہ اطمینان بخش نہیں۔ مثلاً اقامت صلوٰۃ کی قرآنی ہدایت سے علی الرغم جو طریقہ اختیار کیا گیا اس پر ہم اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور ابھی حال ہی میں معاشی مسائل کے سلسلہ میں جو پینل بنایا گیا تو ہم نے بڑے غور سے جائزہ لیا لیکن ہمیں کوئی ایسی شخصیت نظر نہ آئی جو دینی اعتبار سے بھی سند و اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہو جدید معاشی علوم پر گہری نظر رکھنے والے حضرات یقیناً موجود ہیں لیکن جب معاملہ اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کا ہے تو "دینی شخصیات کا وجود بھی ناگزیر تھا لیکن ایسا نہیں بلکہ بعض شخصیات ایسی ہیں جو "جدید" کے اعتبار سے بلاشبہ "ماہرین" شمار کی جا سکتی ہیں لیکن ان کے عقائد و نظریات

کا رُخ ہی سہی نہیں۔ پھر معاشیات کے ضمن میں جب بھی تذکرہ ہوتا ہے تو محض بینکاری کی سطح تک بات کی جاتی ہے۔ ہم مان لیتے ہیں کہ "مضاربت" کا اصول اپنا کر یا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر کے بینکاری کا مسئلہ حل کر دیا جائے گا لیکن کیا معاشیات کی اصلاح محض بینکاری کی اصلاح پر موقوف ہے؟ کیا انشورنس و بیمہ کا مسئلہ اور سب سے بڑھ کر زمین کے مسائل اس میں شامل نہیں جبکہ ہمارا ملک بنیادی طور پر زرعی ملک ہے۔ اور کروڑوں انسانوں کی قسمت زمین سے وابستہ ہے لیکن دیہات کی ۸۵ فیصد آبادی جس دکھ درد کا شکار ہے اس کا اندازہ ان گرامی مرتبت بزرگوں کو کیسے ہوگا جو لاہور و کراچی کی جدید ترین کالونیوں کے بنگلوں سے نکل کر ائیر کنڈیشن دفاتر، تجارتی مراکز اور شو روموں میں پہنچ جاتے ہیں اور سرِشام مال و بند روڈ سے شاپنگ کر کے گھر واپس آ جاتے ہیں؟

بینک کا مسئلہ بھی ایسا ہے کہ آج بینک سے سرمایہ صرف انہی لوگوں کو مل سکتا ہے جو پہلے ہی بہت بڑی مالی حیثیت کے مالک ہوتے ہیں چھوٹا موٹا آدمی تو ادھر سے گزر بھی نہیں سکتا جبکہ قرآن کریم "دولت کے دائر و سائر" ہونے کا حکم دیتا ہے اور محض ایک طبقہ میں دولت کی گردش کو غلط قرار دیتا ہے تو کیا بینکاری کی اصلاح میں ان مسائل کو بھی مدِنظر رکھا جائے گا؟

خیر یہ تو ایسا رونا ہے جس سے چھٹکارے کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ کب نصیب ہو۔ ہم اپنے ملک کے واجب الاحترام حاملین قرآن و سنت اور وارثانِ معارف نبوت حضرات علماء کرام سے گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ ایک دور میں مادیت گزیدہ طاقتوں کے چیلنج کا جواب دے کر آپ نے باہمی اشتراک و تعاون سے ۲۲ نکات مرتب فرما کر ان طاقتوں کا منہ بند کر دیا تھا۔ آج پھر ضرورت ہے تو اس بات کی کہ سیاسی مصروفیات سے وقت نکال کر آپ گوشۂ تنہائی میں بیٹھیں اور ہدایت کی روشنی کے سرچشموں سے اکتسابِ فیض کر کے بات عدہ کتاب آئین مرتب کر دیں جس میں باب و دفعات وار ایک ایک چیز کی مکمل وضاحت و رہنمائی ہو تاکہ اللہ تعالےٰ اور خونِ شہداء کی طرف سے جو ذمہ داریاں آپ پر عائد ہوتی ہیں ان سے آپ سرخرو ہو سکیں اور تجدد و الحاد کا شکار دنیا جو ملائیت اور اس قسم کے گھسے پٹے نعرے لگا کر نسل نو کو ذہنی انتشار و اضطراب کا شکار کرنا چاہتی ہے اس کے سامنے واضح اور ٹھوس دستاویز آ جائے۔

جب ایسا ہو جائے گا تو ہمیں یقین ہے کہ نظام شریعت کا سچا جذبہ رکھنے والے عوام بھرپور قوت و توانائی کے ساتھ اس کے نفاذ کے لیے عملی جدوجہد کر سکیں گے اور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کا شغل ختم ہو کر رہ جائے گا۔

اس مقصدِ عظیم کی خاطر تعلیم و سیاست، زراعت، صنعت اور اقتصاد و معاش غرضیکہ ہر شعبہ زندگی کے ان جدید ماہرین کو بھی شامل مشورہ کیا جائے جو اسلام کی ابدیت و صداقت اور اس کی کاملیت پر بھرپور اعتماد رکھتے ہیں اور جدید وادیوں میں طویل سفر کرنے کے باوجود ان کے ذہن اور فکری سانچے اپنے مرکزِ ہدایت و نور پر قائم ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی یہ صدا حضرات علماء ربانی کے لیے قابل قبول ہوگی۔ اور وہ وقت کے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے فوراً اس طرف متوجہ ہو جائیں گے۔

اللہ تعالےٰ مقاصد عالیہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

علو ۴ محرم ۹۸ھ

چنیوٹ کانفرنس

مرزائیوں کے ہیڈ کوارٹر "ربوہ" کے متصل دریائے چناب کے اس پار چنیوٹ کی قدیم و معروف بستی میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام ۲۵ ویں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۷۷ء کو منعقد ہو رہی ہے۔

یہ کانفرنس حضرت امیر شریعت السید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہ نے شروع فرمائی اور عین ان دنوں میں

اس کا التزام فرمایا جب کادیان کی جھوٹی نبوت کے پرستار اپنے لاؤ لشکر سمیت ربوہ میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ گو کہ اس مجلس و کانفرنس کے ذمہ دار رہنما پیر بخاری، خطیب پاکستان قاضی احسان احمد، مجاہد ملت مولانا محمد علی، مناظر اسلام مولانا لعل حسین اور محدث شہیر حضرت السید الشیخ بنوری قدس سرہم آج دنیا میں موجود نہیں۔ اور نہ ہی حضرت الامام الشیخ لاہوری، قطب وقت حضرت رائے پوری اور مرشد العلماء مولانا محمد عبداللہ آف خانقاہ سراجیہ کندیاں رحمہم اللہ تعالے جیسے ارباب باطن موجود ہیں جن کی توجہ باطنی اور ظاہری سرپرستی کارکنوں کے لیے عظیم سرمایہ تھی۔ لیکن مسئلہ ختم نبوت کی دینی اہمیت و ملی عظمت اور صاحب ختم نبوت کی عقیدت و محبت اور شہداء ختم نبوت کی لازوال قربانیاں ایسی ہیں جن کے صدقہ یہ سلسلہ خیر انشاء اللہ تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

انہی تین بنیادی عوامل کے سبب ۷۴ء میں مرزائیوں کا ناپاک وجود آئینی طور پر جسد ملت سے الگ کر دیا گیا اور یہی تین عوامل انشاء اللہ ان کی مکمل .... کا ذریعہ ہوں گے۔

بس ضرورت محض اس راہ میں مخلصانہ طور پر قدم بڑھانے کی ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت نے حسب روایت تمام مکاتیب فکر اور ارباب سیاست کو دعوت دی ہے تاکہ اس سٹیج کی وہ خصوصیت قائم رہے جس کو اتحاد بین المسلمین کا نام دیا جاتا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ پیغمبر عربی و ہاشمی، صاحب لوائے حمد، فخر رسل، دانائے سبل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام لیوا پورے نظم و ضبط کے ساتھ بکثرت کانفرنس میں شریک ہو کر اپنی غیرت ملی کا ثبوت دیں گے۔

ربوہ کا نام تبدیل کیا جائے

گذشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کی مجلس شوریٰ کے ایک اجلاس میں جمعیۃ پنجاب کے شعبۂ تبلیغ کے ناظم و انچارج مولانا منظور احمد چنیوٹی کی تحریک پر ایک قرارداد منظور ہوئی جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ مرزائیوں کے ہیڈ کوارٹر ربوہ کا نام فی الفور تبدیل کر دیا جائے کیونکہ ربوہ اس مقدس جگہ کا نام ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی ہجرت گاہ تھی۔

مرزائی امت چونکہ ملت کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت سے انحراف و غداری اور عقیدہ جہاد کو حرام قرار دینے، انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام، حضرات صحابہ کرام، اولیاء امت علماء ربانیین اور عام مسلمانوں کی توہین و تکفیر اور تضلیل و تفسیق کے پیش نظر امت مسلمہ سے بالکل کٹی ہوئی ہے۔ اور ان کا کسی اعتبار سے بھی مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے انہیں قرآن کریم کی مقدس اصطلاح استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں۔

قارئین جانتے ہیں کہ مرزائی حضرات اپنے عقیدہ باطلہ کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔ اور اپنے آنجہانی مرزا کو اس منصب و گدی کا وارث قرار دیتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے قیام پاکستان کے بعد کی حکومتوں کی دین و مذہب سے لاتعلقی و بیگانگی کے سبب اتنی بڑی جگہ حاصل کر لی اور اسے اپنی سٹیٹ قرار دے کر اس کا نام ربوہ رکھ لیا۔

گو کہ اب اس شہر میں کسی نہ کسی درجہ میں مسلمانوں کی آبادی ہو رہی ہے لیکن بہر حال شہر کا نام مرزائیت کا ہی تجویز کردہ ہے۔ جس کے پس منظر میں ان کا مخصوص سازشی ذہن کارفرما ہے۔ اگر اس فتنہ کا سدباب نہ کیا گیا تو آئندہ نسلیں کسی فتنہ کا شکار ہو سکتی ہیں۔ جب مختلف عمائدین سے تعلق کی نسبت سے کئی شہروں کے نام بدلے جا رہے ہیں تو محمد و مسیح علیہما السلام کی عزت و ناموس کے تقاضہ سے ربوہ کا نام بدلنا از بس ضروری ہے اور ہمیں امید ہے کہ یہ مطالبہ جلد از جلد تسلیم کر لیا جائے گا۔

- زکوٰۃ ادا کرو — غربت دور ہوگی۔
- ذخیرہ اندوزی ختم کرو۔ اناج کی مصنوعی قلت دور ہوگی۔
- سودی بنکاری کی لعنت مہنگائی کی بنیاد ہے۔

(عبدالواحد بیگ، ملتان)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب :- علوی

تمام دکھوں کا مداوا "اللہ کے قانون" میں ہے

شیخِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہم

محترم حضرات! سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ۔

اور اسی سورۃ میں اس آیت سے متصل دو آیتوں میں بعینہٖ یہ ٹکڑا موجود ہے البتہ ان میں بجائے الکافرون کے الظّالمُوْنَ اور الْفَاسِقُوْنَ ہے۔

ترجمہ یہ ہے کہ:-

"جو چیز اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کے مطابق جو لوگ فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں، فاسق ہیں۔"

اس سے قبل آسمانی کتاب توراۃ کا ذکر ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ہم نے توراۃ کو نازل فرمایا جس میں ہدایت کا سامان ہے اور جو حق کی روشنی ہے، پھر فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اور ربانیین اس کے مطابق فیصلے کرتے، اور آگے چل کر یہ فرمایا کہ جو بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ الخ

وحیٔ الٰہی کی آخری کڑی قرآن مجید ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال میں متفرق طور پر نازل ہوتا رہا، اور پھر اللہ رب العزت نے اسے پورا اور مکمل فرما دیا۔ اس کے بعد جناب نبی کریم علیہ السلام دنیا سے رخصت ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے جانشین و خلیفہ قرار پائے۔ چونکہ حضور نبی کریم علیہ السلام قرآن مجید اور قانونِ الٰہی کو نافذ و قائم کرنے کے من جانب اللہ ذمہ دار تھے، اس لیے آپؐ نے باقی فرائض کے ساتھ یہ فریضہ بھی سر انجام دیا تو آپؐ کے خلیفۂ اوّل نے بھی اسی راہ پر سفر جاری رکھا۔ اور قانونِ ربّانی کی مخالفت و انحراف کی جو لہر اٹھی اس کا مومنانہ عزیمت اور کمال جرأت و استقامت سے مقابلہ کیا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی نرمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ دورِ صدیقیؓ کتنا مختصر ہے اور اس میں فتنوں کی بہتات کیسی تھی۔ جھوٹی نبوت کے فتنے، انکارِ زکوٰۃ کا فتنہ وغیرہ ذالک، لیکن آپ نے ایک طرف تو جیشِ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوری روانگی کا انتظام فرمایا کیونکہ اس لشکر کو حضور علیہ السلام نے اپنے آخری ایام میں خود روانہ فرمایا تھا اس لیے اس میں تاخیر غلط تھی، تو دوسری طرف ان تمام فتنوں کا مقابلہ کیا اور ایک ایک فتنہ کو دبا کر بما انزل اللہ کی اہمیت لوگوں پر واضح کر دی۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے حضرات متشوش اور پریشان تھے لیکن صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے کہ میں زندہ رہوں اور دین میں کمی کی جائے؟

چنانچہ آپؓ کا یہی جذبۂ دینی کام آیا اور اسلام کو چیلنج کرنے والی طاقتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ اس کے بعد مدتوں یہی صورت رہی کہ چھوٹی موٹی کمزوریوں کے باوجود اسلامیت کا اصلی ڈھانچہ قائم رہا۔ حتیٰ کہ ایک وقت وہ آیا جب چاروں طرف مسلمان غلامی و پریشانی کا شکار ہو گئے اور اغیار نے ان کا سب کچھ چھین لیا۔

(باقی صـ۲ پر)

خطبہ جمعہ

دشمنانِ پیغمبر — نشانِ عبرت بن کر رہ گئے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔

محترم حاضرین! گذشتہ تین جمعوں سے قرآنِ پاک کی مختصر ترین سورت، سورۃِ کوثر کی تشریح و تفسیر جاری رہی آج کا بیان بھی اسی سورۃِ مبارکہ کی تفسیر و توضیح پر مشتمل ہے۔ یہ وہی سورتِ مبارکہ ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو اُس دور کے چوٹی کے شعراء کے منتخب اور لاجواب قصائد اس کے سامنے بے وقعت ہو کر رہ گئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس دور میں اہلِ عرب کو زبان دانی کا بڑا دعویٰ تھا۔ وہ اپنے سوا سب کو عجمی یعنی گونگا اور بے زبان کہا کرتے تھے۔ انھیں اپنی نظم و نثر پر بڑا ناز تھا اور ان میں اس وقت بڑی تعداد میں بلند پایہ شعراء موجود تھے۔ حج کے موقع پر ملک بھر کے فصحاء و بلغاء جمع ہوا کرتے تھے۔ شعر و سخن کی اس سالانہ محفل میں جس کا قصیدہ سب سے بہتر ہوتا اسے ایک سال کے لیے کعبۃ اللہ کے کسی حصّہ پر لٹکا دیا جاتا تھا اور اسے مُعَلَّقَۃْ کہا جاتا تھا۔

کعبۃ اللہ کی دیواروں پر قصائد کا لٹکانا گویا اس امر کا اعتراف ہوتا تھا کہ یہ اشعار بے نظیر و بے مثال اور انتہائی درجہ ادبیت اور بلند معانی پر مشتمل ہیں۔ جس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی اس وقت تک فنِ شعر میں مہارتِ تامہ رکھنے والے فصاحت و بلاغت کے میدان میں کوسِ لمن الملک بجانے والے اور ہمچو ما دیگرے نیست کا دعویٰ کرنے والے سات شعراءؑ کے سات منتخب اور اعلیٰ قصائد کو کعبہ پر آویزاں ہونیکا فخر نصیب ہوا تھا۔ ان میں سے ہر قصیدہ ایسا تھا کہ جس پر شاعر اور شاعر کا خاندان بجا طور پر فخر کرتا تھا۔ مگر جب یہ مختصر مگر مدلل سورۃ ان قصائد کے مقابل لائی گئی تو وہ تمام قصائد یکسر بے حقیقت اور بے وقعت معلوم ہونے لگے۔ اور کل تک جن قصائد کو پڑھ پڑھ کر لوگ لُطف اندوز ہوتے تھے آج ان تین مختصر مگر مُعجز جملوں نے انہیں بےلطف بنا دیا۔ ان یگانۂ روزگار شعراء کی تمام فصاحت و بلاغت بے مزہ ہو کر رہ گئی اور ان کی ساری شوخی اور شیخی خاک میں مل گئی۔

ایک بہت بڑے ادیب اور شاعر نے یہ جملے دیکھے تو ان کے معانی و مطالب اور فصاحت و بلاغت میں ایسا محو ہوا کہ دیر تک انھیں دیکھتا رہا اور آخر کار اس نے اِنّا اعطینٰکَ الکوثر، فصل لربک وانحر اِنَّ شانِئَکَ ھو الْاَبْتَر کے آگے یہ جُملہ لکھ دیا کہ ما ھٰذا کلام البشر۔ (یعنی یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا) اور روایات میں آتا ہے کہ ان سات قصائد کو جنہیں فصاحت و بلاغت کا شاہکار مانا جاتا تھا اس سورۃ کے سامنے آ جانے کے بعد کعبۃ اللہ کی دیواروں پر سے ہٹا لیا گیا ؎

شب کو محفل میں ہر اک مہ پارہ گرمِ لاف تھا

صبح کو خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا

اس سورۃِ مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے ہم نے عرض کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن مِٹ گئے۔ اور آج بھری دنیا میں ان کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔ یہاں یہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابوجہل، ابولہب وغیرہ جو آپؐ کے دشمن تھے ان کا نام آج تک کیوں لیا جاتا ہے اور دنیا ان سے کیوں متعارف ہے؟ جبکہ ارشاد ہے:

اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ، تیرے دشمن بے نام ونشان ہیں

تو حضرات مفسرین نے اس سوال کے کئی جوابات دیئے ہیں، منجملہ ان کے بعض جواب یہ ہیں:

۱- فقط نام کا لیا جانا کوئی عظمت نہیں ہے۔ نام اگر نیکی کے ساتھ زندہ ہو تو مفید اور لائق فخر ہوتا ہے، لیکن اگر نام اور تعارف محض اس لیے باقی رکھا گیا ہو کہ لوگ ان دشمنانِ رسولؐ کے انجامِ بد سے عبرت حاصل کریں اور ان پر لعنت و پھٹکار کریں، تو ایسے نام سے کیا فائدہ؟ اس سے تو مر جانا اور مٹ جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔ آج حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا نام عزت سے نہیں، بلکہ ذلت و رسوائی اور حقارت وخواری سے لیا جاتا ہے۔ اور اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ کا مطلب یہی ہے کہ آپکے دشمنوں کا ذکرِ خیر نہیں رہے گا۔ یعنی دنیا میں ان کو کوئی بھی نیکی اور اچھائی کے ساتھ یاد نہیں کرے گا، عزت و احترام سے ان کا نام نہیں لیا جائے گا۔ اور سب جانتے ہیں کہ آپؐ کے دشمنوں کا یہی حشر ہوا۔ ؏

خصم سیاہ روئے تو شرمندہ و خجل

۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ جن چند بدبختوں نے آپ کو اَبْتَر کہا تھا وہ ایسے مٹ گئے کہ آج مفسرینِ کرام یقین کے ساتھ یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ کون کون تھے؟

حضراتِ محتشم ومکرم! اس مسجد میں آپ اس وقت سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ کیا آپ میں سے کوئی بتلا سکتا ہے کہ وہ کون تھا جس نے اللہ کے آخری نبی کو اَبْتَر ہونے کا طعنہ دیا تھا؟ کوئی بھی نہیں بتلا سکتا۔ یہ "مِٹانا" نہیں تو اور کیا ہے؟ جس کم بخت و بدنصیب نے انہیں اَبْتَر کہا تھا آج اتنے بڑے اجتماع میں بھی اسے کوئی نہیں جانتا۔ حالات اور واقعاتِ زندگی تو رہے اپنی جگہ، کوئی اس بدبخت کے نام تک سے واقف نہیں۔

۳- ایک اور جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ ان رذیلوں کی نسل منقطع ہوگئی اور اب ان کی نسل میں کوئی باقی نہیں ہے۔ اور یہی مراد ہے۔ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ سے۔

بہرحال آپؐ کے دشمن بڑے عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت میں بھی ان کے لیے عذاب اور تکلیف کے سوا کچھ نہیں۔ جبکہ آقائے نامدار کا نام نامی اور آپ کا ذکرِ جمیل دنیا میں بھی موجود ہے اور آخرت میں بھی۔ وہ دنیا میں بھی اس عظمت و احترام اور اس مجد و شرف کے مالک ہیں کہ کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں اور آخرت میں بھی آپ ان بلندیوں پر فائز ہوں گے کہ تصور ممکن نہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپؐ کا نام دنیا کے وجود میں آنے سے پہلے عرش، آسمان، بہشت کے محلات اور وہاں کے درختوں کے پتوں پر لکھا ہوا ہے اور دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد بھی آپؐ کا نام جگمگاتا رہے گا۔

محترم حضرات!

غور فرمایئے، جنھیں دشمنوں نے اَبْتَر ہونے کا طعنہ دیا تھا ان کا ذکرِ خیر آج چودہ سو سال بعد بھی غایت درجہ عقیدت و احترام سے دنیا کے گوشے گوشے میں ہوتا ہے، منبروں پر آپؐ کی تعریف ہوتی ہے، نمازوں میں آپؐ پر درود پڑھا جاتا ہے، کلمہ طیبہ میں آپؐ کی رسالت و نبوت کا اقرار کیا جاتا ہے، خطبوں میں آپؐ کا ذکر ہوتا ہے، اذانوں میں آپؐ کا نام بلند کیا جاتا ہے، حضرت حسانؓ فرماتے ہیں:

وضم الالٰہ اسم النبی مع اسمہ
اذ قال فی الخمس المؤذن اشھد

(اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ لیا ہے جبکہ پانچوں وقت مؤذن "اشھد" کہتا ہے)

"قبر" میں بھی آپؐ کے متعلق نکیرین سوال کریں گے اور حشر میں بھی آپ سب کے کام آئیں گے اور وہاں سب آپؐ کی تعریف وثنا کریں گے۔

محترم سامعین!

اذانوں اور خطبوں تک ہی آپ کا ذکر اور آپ کی یاد محدود نہیں بلکہ دنیا میں اللہ کے ایسے بے شمار نیک اور صالح بندے موجود ہیں جو ہر وقت اور ہر حال میں آپؐ کو یاد رکھتے ہیں وہ کھانا کھاتے ہیں تو یہ سوچتے ہیں کہ کھانا کس طرح کھانا سنت ہے۔ پانی پیتے ہیں تو یہی خیال ان کے دامنگیر رہتا ہے کہ پانی پینے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ کسی کے گھر جاتے ہیں تو آپؐ کی سُنت پیشِ نظر ہوتی ہے، کسی سے ہمکلام ہوتے ہیں تو آپؐ

باقی ۱۸ پر

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

پیغمبر اسلام علیہ السلام کی نظر میں

المرسل : عبدالرحمٰن جامی النقشبندی، جلالپور پیروالا

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ۔ اما بعد :-

بزرگان محترم ! خدا کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے حضرت عمرؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے حضرت عمرؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ (تاریخ الخلفاء ص۸۱)

خالی ہے ترا دل ادب و شرم و حیا سے
نادان تجھے کیوں بغض ہے ارباب وفا سے
اے شاتم فاروقؓ تجھے یہ بھی خبر ہے
فاروقؓ کو مانگا تھا محمدؐ نے خدا سے

محترم دوستو بزرگو ! یہ دو جملے کتنے جامع ہیں اور کتنی عظیم الشان بات کا پتہ دیتے ہیں۔ اللہ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھتے ہیں اور اس کا اظہار ایسے الفاظ میں کرتے ہیں۔ کہ ان سے زیادہ شان دار الفاظ اظہار محبت کے لیے استعمال نہیں کیے جا سکتے وہ لوگ اپنے بھیانک انجام پر غور کریں جو اپنی تحریروں اور تقریروں میں حضرت عمرؓ کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور اسلام کی اس عظیم الشان شخصیت کے ساتھ شایان شان معاملہ نہیں کرتے۔

شیطان کا راستہ بدلنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبت کی وجہ کیا تھی۔ ایک نبیؑ کسی انسان کو پسند کرے تو کیوں کرے، اس سے دلی محبت رکھے تو کیوں رکھے۔ اس کا جواب ظاہر ہے کیوں کہ ایک نبی کسی آدمی سے محبت رکھتا ہے تو اس لیے کہ وہ شخص ان لوگوں کا دشمن ہے جس سے نبیؐ کو دشمنی ہے اور ان کے دشمن بھی اسے اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ نبیؑ کا دشمن شیطان سے بڑا کون ہو سکتا ہے۔ اس کی دشمنی کا حال ملاحظہ فرمائیں جو اسے حضرت عمرؓ سے تھی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اے عمرؓ! شیطان جب کسی راستہ میں ملتا ہے تو وہ اپنا راستہ بدل کر دوسرے راستے سے چلنے لگتا ہے۔" (صفۃ الصفوہ ص۱۷۵ ج ۱)

ابوموسیٰؓ سے مطالبۂ شہادت

شدت فی نفسہٖ بُری شے نہیں ہے۔ عوام اسے برا بنا دیتے ہیں۔ اگر قاتل نے کسی انسان کی جان لی ہے تو اس سے قصاص یقیناً ضروری ہے۔ سارق نے سرقہ کیا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ اگر اس میں شدت برتی نہیں گئی تو اسے اچھا اور بہترین فعل نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت عمرؓ سختی کے مقام پر سختی سے کام لیتے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰؓ نے ایک حدیث بیان کی۔ آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں ایسی حدیث نہ بیان کر رہے ہوں جس میں انہیں کچھ بھول ہو گئی ہو۔ تحقیق کے لیے آپ نے سختی برتی اور فرمایا اس حدیث پر کوئی دلیل لاؤ ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص۶ ج ۱) یہاں سختی کا ہی موقع تھا ورنہ اگر یہاں نرمی برتی جاتی تو بعد کو ہر ثقہ اور غیر ثقہ اپنی بیان کردہ حدیث سے

حجت پکڑ لینا۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا واقعہ

اللہ کے بارے میں اس سختی ہی کا نتیجہ تھا کہ فتح مکہ سے پہلے حضرت حاطبؓ نے ایک خاص خفیہ پیغام اہل مکہ کی جانب بھیجا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی خبر لگ گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ منافق ہیں۔ آنحضورؐ وہیں تشریف فرما تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ (بخاری ج ۲ تذکرہ غزوۂ احد) مگر یہ سختی اس وقت ختم ہو گئی جب کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ قتل کے لائق نہیں ہیں ان سے اجتہادی غلطی سرزد ہو گئی۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں تر ہو گئیں اور کہا خدا اور خدا کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔ (بخاری شریف ج ۲)

حضرت عمر فاروقؓ کو فاروق کیوں کہا گیا

یہی امر اللہ میں سختی تھی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے تو اسے چھپا نہ سکے۔ اللہ کے دشمنوں کے دروازے پر تشریف لے گئے اور کہا میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کا پیروکار ہو گیا ہوں۔۔ ان پر ایک بجلی گر گئی مگر کسی کو چوں کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔

آپ آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ حضرتؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا۔ کیوں نہیں۔ عرض کیا ہم کیوں چھپ کر عبادت کریں۔

اس کے بعد آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تمام صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر نکلے اور کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے۔ قریش دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ان پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اسی وقت آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کو ایک لقب دیا۔ جو زبان زدِ خاص و عام ہو گیا اور آپ کی دستارِ فضیلت کا طرۂ امتیاز بن گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود ہی ناقل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی وقت میرا نام فاروقؓ رکھا۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۰۴)

مضبوط دروازہ

آپ نے اپنی پوری زندگی ایسی ہی گذاری کہ آپ کے ایک ایک عمل سے حق و باطل کے مابین امتیاز قائم ہو جاتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں آپ کے بعد پھر کوئی آپ جیسا فاروقؓ پیدا نہ ہوا۔ اور آپ کے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہی چند سالوں میں مسلمانوں کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہلے ہی سے تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حاضر خدمت تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ فتنہ کو بند کرنے والے ہیں تمہارے اور فتنوں کے درمیان مضبوط دروازہ رہیگا۔ جب تک یہ شخص تم میں موجود رہے گا فتنوں کے درمیان مضبوط دروازہ ہوگا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۰-۸۱)

نبوت کی صلاحیت

حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا میں پھیلایا۔ وہ کام جو انبیائے بنی اسرائیل نے اپنے سے پہلے کے انبیاء کے دین کو پھیلانے میں کیا وہی کام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے سامنے کر کے دکھلا دیا۔ اگر نبوت کا سلسلہ ختم نہ ہو گیا ہوتا تو آپ کے نبی ہونے میں کچھ شک نہ رہتا۔ خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا (لو کان بعدی نبیٌ لکان عمرؓ) ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

(تذکرۃ الحفاظ ص ۶ ج ۱)

کلمۂ حق کا اجراء

اس میں شبہ نہیں کہ آپ نبی نہ تھے مگر نبوت سے قریب تر بہت سے احوال آپ میں موجود

تھے۔ آپ کی زبان ہمیشہ حق بات بولتی، آپ کا قلب سچی بات کے اجراء کے لیے ہمیشہ آمادہ ہوتا، حق کے سب سے بڑے داعی فرماتے ہیں:۔

ترجمہ: بلاشبہ اللہ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور قلب پر کلمۂ حق جاری کر دیا ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ص۶ ج ۱)

الہام

اس اجراء کی اصل وجہ یہ تھی کہ باری تعالیٰ آپ کے دل میں حق باتوں کو ڈال دیتا تھا جسے شریعت کی اصطلاح میں الہام کہا جاتا ہے۔ آقائے نامدار فخر موجودات سید الانبیاء ختم المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ترجمہ: تحقیق کہ تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جن پر الہام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔

رواہ البخاری عن ابی ہریرہؓ

ہمیں تاریخ کے صفحات کو دیکھنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ آپ پر الہام ہوتا تھا۔ (یا ساریۃ الجبل) یا اس قسم کے دوسرے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ انہیں لکھ کر مضمون کو طویل کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت عمرؓ نے دنیا کے سامنے جو کارہائے نمایاں انجام دیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی خبر دی گئی تھی اور آپؐ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے اسے مبہم لفظوں میں بتا بھی دیا تھا۔

ایک حدیث بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں)

ایک خواب

سید الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حالت نوم میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک کنوئیں کے قریب جمع ہیں۔ رفیق غار سیدنا ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور کنوئیں سے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے۔ مگر ان کے نکالنے میں کچھ ضعف تھا۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ پھر فاروق اعظم عمر بن الخطابؓ نے ڈول لیا وہ ان کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے کسی عبقری کو نہیں دیکھا کہ اس طرح نکالے۔ حتیٰ کہ لوگ سیراب ہو گئے ——— (ملخصاً

صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص۱۰۶) اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص پر مشکوٰۃ نبوت سے نور کی بارش بھی ہوئی ہوگی۔ جس کے بل بوتے پر وہ دین کی کشتی ساحل سے لگا سکے۔ حضرت عمرؓ کا دامن اس سے مالا مال تھا

شیخین نے حضرت ابو سعید خدری ایک حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فر

قمیص کا گھسیٹنا

میں سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ میرے سامنے حاضر کئے گئے اور وہ سب قمیص پہنے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگوں کی قمیص سینے تک، کچھ کی اس سے نیچے ہے۔ میرے سامنے جب حضرت عمرؓ لائے گئے تو ان پر ایسی قمیص تھی جسے وہ گھسیٹ کر چل رہے ہیں۔ لوگوں نے استفسار کیا آپؐ نے اس سے کیا سمجھا؟ فرمایا۔ الدین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

ایک حدیث حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں سویا ہوا تھا۔ کسی نے ایک پیالہ پیش کیا۔ میں نے اس میں سے کچھ پیا۔ اور میں سیراب ہو گیا۔ پھر میں نے باقی فاروق اعظم عمرؓ بن الخطاب کو دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تاویل کی۔ فرمایا۔ العِلم۔

مذکورہ بالا دونوں خواب حضرت عمر فاروقؓ کے دین اور علم کی زیادتی پر شاہد ہیں یہی علم تھا جس نے آپؐ کو خلیفہ ثانی بنایا جس نے آپ کو چرواہے کے درجہ سے اٹھا کر عرب و عجم کا بادشاہ خلیفۃ المسلمین فاروق اعظمؓ بنا دیا۔

دعا کی درخواست

دعا کی درخواست اس سے کی جاتی ہے جو دین کے اعتبار سے بلند رتبہ ہو جس میں جوہر تقویٰ کافی مقدار میں ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے علو مرتبہ اور جوہر تقویٰ کے اظہار کے لیے فرمایا جبکہ وہ عمرہ کرنے کے لیے جا رہے تھے۔

یا اخی اشرکنا فی صالح دعائك ولا تنسانا۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۱) اے میرے بھائی! مجھے بھی اپنی اچھی دعا میں شریک کر لینا، مجھے بھلا نہ دینا۔

اس دعا میں فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی اہمیت بتا دی کہ یہ ذاتِ گرامی اس لائق ہے کہ بڑے سے بڑا شخص اس سے دعا کی درخواست کر سکتا ہے۔

نکاح کا پیغام

حضرت عمرؓ کی دینی حیثیت اسی دعا ہی سے ثابت ہے۔ لیکن آئیے دنیاوی اعتبار سے حضرت عمرؓ پر ایک نگاہ نبوتؐ کی دی ہوئی مشعل کی روشنی میں ڈالیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ اور حضرت مغیرہؓ نے ثقیف کی ایک عورت کے لیے نکاح کا پیغام دیا لوگوں نے حضرت مغیرہؓ کو پسند کیا اور ان سے نکاح کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی فرمایا:

"کیوں نہیں عمرؓ سے نکاح کر دیا وہ قریش میں ابتدا سے انتہا تک اچھے ہیں سوا اس خصوصیت کے جو اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔"

(عقد الفرید ج ۲ ص ۲۰)

یعنی سماجی حیثیت سے جو اچھائی ایک مرد میں ہونی چاہیے۔ وہ سب آپ میں بدرجہ اتم موجود ہے پورے قریش میں کوئی اس کا مدِ مقابل نہیں۔ ہاں رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات بڑھی ہے۔ کیونکہ خدا نے کچھ چیزیں اس کے لیے مخصوص کر دی ہیں۔

جنت کا چراغ

اگر تمام اقوال جمع کیے جائیں تو ایک مفصل کتاب لکھی جا سکتی ہے اس لیے اس مضمون کو قطعہ اور فرمانِ نبوی پر ختم کرتا ہوں۔

ارشادِ نبوی ہے:۔

"امام المتقین قاتل المشرکین عمرؓ ابن الخطابؓ اہل جنت کا چراغ ہے۔"

(صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۰۵)

اس مختصر سے جملہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی اُخروی زندگی کی تابانی بھی عیاں کر دی۔ وہ شخص کتنا خوش نصیب ہوگا جس نے دنیا اور آخرت میں ایسی کامیابی حاصل کی ہو کہ انبیاء کرام کے علاوہ اس کی مثال تاریخ عالم اب تک پیش نہ کر سکی۔

قطعہ

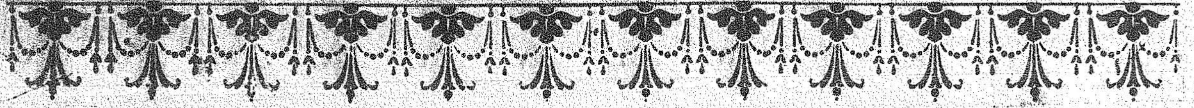
مٹا سکتا نہیں کوئی عمرؓ کا نام چمکے گا
رہیں گے مہر و مہ جب تک سویرے شام چمکے گا
میرا دعویٰ ہے یہ کوئی اسے جھٹلا نہیں سکتا
عمرؓ کی پیروی جب ہم نے کی اسلام چمکے گا

(سلمان گیلانی)

دعا ہے اللہ تعالےٰ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع نصیب فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔

شہداء کون کون ہیں؟

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری خطیب جامع مسجد واہگہ



عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلشُّہَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِیْقُ وَصَاحِبُ الْہَدْمِ وَالشَّہِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہداء پانچ ہیں۔ ایک طاعون سے مرنے والا دوسرا پیٹ کی بیماری یعنی دست اور استسقا وغیرہ سے تیسرا ڈوبنے والا، چوتھے دیوار یا چھت کے نیچے دبنے والا، پانچواں راہِ خدا میں قتل ہونے والا۔

فائدہ: یہ پہلے چار قسم کے شہید تو حکمی شہید ہیں اور اصلی پانچویں قسم کا شہید ہی ہے۔ جو حکمی شہید ہیں ان کی سب قسموں کو علامہ سیوطیؒ نے جمع فرمایا ہے جو بیس ساری حدیثوں میں جو ہیں وہ یہاں لکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا پانچ کے علاوہ

۶۔ ذات الجنب (نمونیہ والا)

۷۔ اور جو جل کر مر جائے۔

۸۔ حاملہ عورت جو حمل کے ساتھ مر جائے۔

۹۔ یا کنواری عورت یا جو عورت حمل کے جننے وقت یا دودھ چھڑانے تک مر جائے۔

۱۰۔ جو تپ دق یا سل سے مر جائے۔

۱۱۔ جو اللہ کے راستے کا سفر جہاد حج (علم دین کے لیے ہو) پھر وہ سواری سے گر کر مر جائے یا گڑھے میں گر جائے یا کوئی درندہ چیر پھاڑ کر کھا جائے۔

۱۲۔ یا جہاد میں اپنی موت مر جائے۔

۱۳۔ یا جہاد کا ارادہ رکھنے والا چاہے اپنے بستر پر ہی مر جائے۔

۱۴۔ یا ظالم بادشاہ کی قید میں مر جائے۔

۱۵۔ جو ظلم سے مارا جائے۔

۱۶۔ توحید کی گواہی دیتا ہوا مر جائے۔

۱۷۔ ایک صحابی نے عرض کیا حضورؐ! افضل شہید کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ظالم بادشاہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہوا مارا جائے۔

۱۸۔ یا جس کو کچل ڈالے اونٹ یا گھوڑا۔

۱۹۔ یا مرے سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے۔

۲۰۔ جو کسی پر عاشق ہو اور پاکباز ہو، اپنی محبت کو چھپائے رکھا پھر مر گیا۔

۲۱۔ یا جس کو دورانِ سر ہو کشتی میں قے ہو۔

۲۲۔ اللہ پاک نے لازم کی غیرت عورتوں پہ اور جہاد مردوں پر۔ پس جس نے صبر کیا اپنی سوکن پر اس کو شہید کا ثواب ہے۔

۲۳۔ ایک ارشاد میں یہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے یہ دعا اَللّٰہُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ دن میں پچیس مرتبہ پڑھی پھر چاہے اپنے بستر پر مر جائے وہ شہید ہے۔

۲۴۔ جس آدمی نے چاشت کی نماز [illegible] تین روزے رکھے، سفر حضر میں [illegible]

اس کو شہید کا ثواب ہے۔

۲۵- سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے کا اجر شہید کا ہے۔

۲۶- جو طلب علم میں مر گیا وہ شہید ہے۔

۲۷- جو مسلمانوں کے لئے غلّہ لاوے یا حلال کمائے اپنے بیوی بچوں کے لیے اسے شہادت کا ثواب ہے۔

۲۸- جنبی کو اگر مار ڈالیں کافر لڑائی میں یا پانی پیتے وقت پھندا لگا کر دم گھٹ کر مر گیا تو شہید ہے۔

۲۹- جو مسلمان اپنی بیماری کی حالت میں دعائے یونس علیہ السلام پڑھے چالیس مرتبہ، پھر مارا جائے وہ شہید ہے دعا یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اگر پھر بیماری سے اچھا ہو گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

۳۰- سچا امانت دار تاجر شہید ہے۔ اور شہید کی طرح ہے۔

۳۱- جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن مرنے والا بھی شہید ہے۔ (ترمذی۔ کتاب الروح صـ ۱۰۶)

۳۲- جو اللہ کے لیے اذان دیتا ہے وہ شہید ہے۔

۳- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالےٰ اس پر سو بار رحمت بھیجتا ہے۔ اور جو آدمی مجھ پر سو بار درود شریف بھیجتا ہے تو اللہ پاک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھ دیتا ہے کہ یہ نفاق اور جہنم سے خلاصی پا گیا ہے۔ اور وہ قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کو تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ، مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور سورہ حشر کی آخری تین آیات پڑھے گا تو شام تک اس کے لیے اللہ تعالےٰ کے ستّر ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور یہ شخص اس دن مر گیا تو شہید ہے۔ اسی طرح اگر شام کو پڑھے تو صبح تک دعا کرتے ہیں

۳۵- اور جو سوتے وقت یہ آیتیں پڑھے گا وہ مر گیا تو شہید ہے۔

۳۶- مرگی والا مرگی سے مر گیا تو شہید ہے۔

۳۷- حج و عمرہ میں مرنے والا شہید ہے۔

۳۸- جو باوضو مرتا ہے وہ شہید ہے۔

۳۹- ایسے ہی اگر مرے کوئی رمضان المبارک کے مہینے میں یا مرے بیت المقدس میں یا مکّے یا مدینے میں یا مرے دلاہٹ کی بیماری میں وہ شہید ہے۔

۴۰- یا مرے صبر کرنے والا مصائب پر وہ شہید ہے۔

۴۱ یا دعا مقالید السماوات والارض آخر تک جو پڑھے صبح و شام پھر مرے تو شہید ہے یا مرے نوّے برس کا ہو کر یا آسیب زدہ مرے یا مرے کہ اس کے ماں باپ راضی ہوں اس سے تو شہید ہے۔

۴۲- یا وہ بیوی جس کا خاوند اس سے راضی ہو۔ ایسے ہی امام عادل یا حاکم شرعی جو حق فیصلے کرے یا مدد کرے مسلمان ضعیف کی جلنے میں وہ شہید ہے۔ (مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۹-۱۰)

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

کرامات

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

از:- ابوالمظفر ظفر احمد قادری خطیب جامع مسجد، واہگہ

کرامات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام مالکؒ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ساٹھ صاع (تقریباً پانچ من کھجوریں) جو درختوں پر لگی ہوئی تھیں، ہبہ کیں اور اپنی وفات سے پہلے فرمایا، اے میری پیاری بیٹی مال و دولت کے باب میں مجھے تم سے کوئی پیارا نہیں ہے اور مجھے تیری حاجت مندی کا بھی احساس ہے۔ لا ریب جو کھجوریں آپ کو ہبہ کی تھیں اگر تم انہیں توڑ لیتیں تو تمام مملوکہ ہو جاتی، اب وہ تمام وارثوں میں تقسیم ہونگی۔ تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں شریک ہیں، بس اس کو تم قرآنِ کریم کے احکام کے مطابق تقسیم کر لینا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، ابا جان میری بہن تو اسماء رضی اللہ عنہا صرف ایک ہی ہے، یہ دوسری کون ہے، تو صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، "بنتِ خارجہ کے پیٹ میں مجھے لڑکی دکھائی دے رہی ہے۔" اس واقعہ کو ابنِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ یہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت تھی کہ پیٹ میں ہونے والی بچی دکھائی گئی۔

ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس دنیا سے کس دن رحلت فرمائی تھی۔ انہوں نے کہا کہ پیر کے دن۔ اس پر آپؓ نے فرمایا، پس ایک رات کے بعد اسی چیز کا امید وار ہوں۔ چنانچہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کی رات میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور صبح ہونے سے پہلے ہی آپؓ دفن کر دیئے گئے۔

کرامات حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے انسانوں، جنوں اور شیطانوں کو دیکھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوف سے بھاگ رہے تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم سے شیطان تک بھی ڈرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی خطبہ کے دوران فرمانے لگے، اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ آپ نے تین مرتبہ یہی فرمایا، کیونکہ پہاڑ کی طرف ہٹ جانے میں مسلمانوں کے غالب ہو جانے کی امید تھی۔ جب تھوڑے دنوں کے بعد اس فوج کا قاصد آیا تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑائی کا حال پوچھا۔ قاصد نے عرض کیا، یا امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم ایک دن شکست کھانے ہی والے تھے کہ ایک آواز ہمیں تین مرتبہ سنائی دی کہ پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست

کاشش دی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ جبھی تو آپ خطبہ میں کہہ رہے تھے۔ جناب ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج اس وقت مشرق کے ایک شہر نہاوند میں تھی۔ (اصابہ)

مشرکین میں ایک رسم تھی کہ دریائے نیل خشک ہو جاتا تو ایک خوب صورت سی لڑکی تیار کر کے دریا کی نذر کی جاتی۔ ایک مرتبہ ایسا کرنے ہی والے تھے کہ وہاں کے حاکم نے روکا کہ یہ بد رسم ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریائے نیل کے نام ایک رقعہ لکھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد اگر تو اسے دریا بااختیار چلتا ہے تو ہرگز مت چل اور اگر خدا تعالیٰ تجھ کو رواں کرتے ہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تجھ کو جاری کر دے۔ یہ حکمنامہ دریائے نیل میں ڈال دیا گیا اور صبح ہوتے ہی لوگوں نے دیکھا کہ ۱۶ ہاتھ پانی دریائے نیل میں اونچا ہے اور جاری ہے۔ پھر اسی دن سے وہ رسم بد ختم ہو چکی ہے۔

ایک مرتبہ بہت زلزلہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا کوڑا زمین پر مارا اور فرمایا کہ ٹھہر تیرے اوپر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظلم کیا ہے؟ زمین فوراً ساکت ہو گئی۔

کرامات حضرت سیدنا عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان ذی النورین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک دروازہ پر رکھی ہوئی تھی اور آپ کی زبان مبارک سے مطلق، دفن۔ دفن کی آواز پے در پے سنائی دے رہی تھی۔ پھر آپ کی نعش مبارک کو باغ کوکب میں پہنچایا جہاں آپ دفن ہیں۔

جب آپ زندگی میں اس باغ سے گذرتے تو فرماتے یہاں ایک نیک مرد دفن کیا جائے گا۔ (استیعاب)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صبح کو فرمایا، میں نے رات کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عثمان آج روزہ ہمارے پاس آ کر کھولنا۔ چنانچہ اسی دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے دن روزہ کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا یہ خواب کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔ (قرۃ العیون ص ۱۳۸)

کرامات سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر خدا نے ابن ملجم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، آگاہ ہو جاؤ، یہ شخص مجھے قتل کرے گا۔ اس پر لوگوں نے کہا اس کے قصاص میں کیا چیز مانع ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس نے ابھی تک مجھے قتل نہیں کیا ہے۔ اس لیے اس سے قصاص لینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ آخر کار جیسا آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ (استیعاب ج ۲، ص ۴۸۳)

ایک آدمی نے حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو جھوٹا کہا۔ حضرت نے فرمایا میں باری تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ جھوٹا آدمی اندھا ہو جائے، وہ فوراً اندھا ہو گیا۔

(کنز العمال ج ۲ ص ۳۹۴)

جو فضیلت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ——— ——— بیان فرمائی تھی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، لوگو، کیا میں تمہیں تمہاری جانوں سے بھی پیارا نہیں ہوں۔ پھر لوگوں کے اقرار کے بعد فرمایا، جس کا میں پیارا ہوں اس کا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہے۔ یا اللہ تو پیارا بنا لے جو پیارا بنائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ اے اللہ جو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی رکھے تو اسے دشمنی کا مزا چکھا، یا اللہ جو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما۔ یہ خطبہ دیتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اقوال کہتے ہوئے جس نے سنا ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ دس آدمی کھڑے ہوئے اور یہ گواہی دی۔ ان کے علاوہ ایک قوم نے شہادت کو چھپایا، اس وجہ سے وہ برص و جذام کی مرض میں مبتلا ہوئے اور وہ سب اندھے ہو کر دنیا سے فنا ہوئے۔ اس واقعہ کو خطیبؒ نے افراد میں بیان کیا ہے۔

قبروں سے خوشبو آنا

محمد بن شرحبیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے ایک مٹھی مٹی لی جب مٹھی کھولی تو اس کی مُشک جیسی خوشبو تھی۔ اور مہک رہی تھی حضور علیہ السلام نے سبحان اللہ سبحان اللہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک بھی یہ خوشبو

پہنچی تھی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کھودی تھی۔ جب کھودتے اور مٹی ہمارے اوپر گرتی تو اس کی مشک جیسی خوشبو تھی۔ یہاں تک کہ ہم نے لحد بنائی۔

اسی طرح حضرت امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رح کا واقعہ قبر سے خوشبو آنے کا ہے۔

اور اسی طرح میرے دادا پیر حضرت شیخ المشائخ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی قدس سرہٗ کی قبر مبارک سے فردوسی خوشبو آتی تھی۔ جو قبر کی مٹی آج تک بھی بعض حضرات کے پاس محفوظ ہے۔

عذاب والوں کا عذاب دیکھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں بدر کے کنارے چلا جا رہا تھا۔ اچانک ایک آدمی اپنی قبر سے نکلا، اس کی گردن میں زنجیر تھی۔ اس نے مجھے آواز دی، اے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجھے پانی پلا۔ اے اللہ کے بندے مجھے پانی پلا۔ پتہ نہیں وہ مجھے جانتا تھا یا عرب کے رواج کے مطابق مجھے عبداللہ کہتا تھا۔ پھر اس قبر سے ایک دوسرا آدمی نکلا۔ اس نے کہا یہ کافر ہے اسے پانی نہ پلانا پھر اسے تلوار سے مارا کہ وہ قبر میں چلا گیا۔ میں نے آکر حضور علیہ السلام سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، وہ دشمنِ خدا ابوجہل ہے قیامت تک اس کو یہی عذاب ہے۔ (حیاۃ الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، ص ۴۴۹)

مُردہ زندہ ہو گیا

ایک انصاری نوجوان کا واقعہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ ہم اس کی آنکھیں بند کر کے اس کی ماں کے پاس تسلی و تشفی کے لیے گئے تو بڑھیا نے پوچھا، میرا بیٹا مر گیا ہے، ہم نے کہا۔ ہاں۔ تو اس بڑھیا نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا، یا اللہ میں تیرے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لائی اور اس کی طرف ہجرت کی، جب کوئی مصیبت آئی تجھ سے ہی دعا کی اور وہ مشکل حل ہو گئی...

یا اللہ یہ مصیبت مجھ پر نہ ڈال (کہ کافر ہنسیں گے)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نوجوان نے اپنے منہ پر سے کپڑا ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر ہمارے

ساتھ کھانا کھایا۔

اسی طرح ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گدھا مر گیا اس نے وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی، اور پھر دعا فرمائی فوراً گدھا زندہ ہو گیا۔ پھر کافی عرصہ بعد کوفہ میں وہی گدھا بکتا ہوا دیکھا گیا۔ (حیاۃ الصحابہ رضؓ، ص ۶۷۳)

بھیڑیوں کا وفد آنا

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک جنازہ سے واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ راستے میں ایک بھیڑیا بیٹھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھیڑیا (بھیڑیوں کی طرف سے نمائندہ ہے) اور وظیفہ طلب کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، آپ کی کیا رائے ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، ہر ریوڑ چرانے والے سے سال کے بعد ایک بکرا دے دیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یہ تو بہت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر کے بھیڑیے سے کہا، پھر تم جھپٹا مار دیا کرو، یہ سن کر بھیڑیا چلا گیا۔ (بیہقی)

شیر کا خادم بن جانا

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ میں سرزمینِ روم میں لشکر سے بھٹک گیا، یا یوں کہ گرفتار ہو گیا تھا، وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ راستے میں جنگل تھا، دیکھا کہ ایک شیر آ رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا اے ابو الحارث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ پھر شیر یہ سن کر دم ہلاتا ہوا میرے سامنے آیا اور میرے پہلو میں چلنا شروع کر دیا۔ جہاں کوئی آواز سنتا فوراً اس طرف جاتا اور پھر آ جاتا، یہاں تک کہ مجھے لشکر کے ساتھ ملا کر پھر واپس چلا گیا۔

(حیاۃ الصحابہ رضوان اللہ اجمعین، ص ۶۸۳)

بارش کا ہونا

ایک لشکر کے امیر حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غزوہ کا تذکرہ کیا کہ پانی نہیں تھا حضرت حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی یَا عَلِیمُ یَا حَلِیمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیمُ ہم تیرے بندے ہیں تیرے راستہ میں نکلے ہیں ہم پر پانی برسا کہ پی لیں، وضو کر لیں اور جو بچے اس میں کسی کا حصہ نہ کر۔ فوراً بارش ہوئی۔ پھر سمندر راستے میں آیا تو دعا اسی طرح فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ سمندر پھٹ گیا، ہم سمندر میں سے

لذرے، ہمارے گھوڑوں کی رانیں تک بھی نہ بھیگیں، اور ان دشمنوں تک جا پہنچے۔

اسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئی واقعات ہیں کہ دُعا کی، سمندر میں گھوڑے ڈال دیئے پھر صحیح سلامت پار گزر گئے۔ اگر کسی کا پیالہ بھی گر گیا تو سمندر سے واپس لیا گیا۔ ایسے اور بہت سارے واقعات ہیں۔

آسمان سے ڈول آنا

عثمان بن قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت کی تو انہیں مقامِ منصرف پر شام ہو گئی۔ مقامِ روحاء سے پہلے ہی یہ پیاسی تھیں، پانی پاس نہیں تھا ویسے بھی روزہ دار تھیں پیاس نے بڑی مشقت میں ڈال دیا تھا کہ ان پر آسمان سے ایک ڈول نازل ہوا جو سفید رسّی سے لٹکایا گیا تھا۔ انہوں نے اسے لے کر پانی پیا، یہاں تک کہ سیراب ہو گئیں۔ فرمایا کرتی تھیں کہ اس کے بعد میں سخت گرمیوں میں روزہ رکھتی کہ کسی طرح پیاس لگے لیکن کبھی پیاسی نہیں ہوئی۔ (اصابہ)

خواب میں پینے سے بیداری میں سیرابی

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے تو میں سلام کے لیے حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا میں نے آج رات حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان لوگوں نے تیرا محاصرہ کر رکھا ہے میں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، تجھے پیاسا رکھا ہے پانی روک دیا ہے۔ میں نے عرض کی، جی ہاں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک کھڑکی میں سے ایک پانی کا ڈول لٹکایا۔ میں نے اسے پیا کہ سیراب ہو گیا۔ اور پھر جاگتے میں بھی سیرابی محسوس کی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، کہ تم چاہو تو تمہاری مدد کی جائے، اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو۔ میں نے اس بات کو اختیار کر لیا ہے کہ آپ کے پاس ہی افطار کروں، پس اسی دن شہید کر دیئے گئے۔

(کذا فی البدایہ)

بقیہ : خطبہ جمعہ

کو یاد کرتے ہیں کہ آپ کس طرح ہمکلام ہوتے تھے۔ صلح کرتے ہیں تو آپ کی سُنت مستحضر رہتی ہے، جنگ لڑتے ہیں تو بھی آپ کا ہی طریقہ ان کی رہبری کرتا ہے۔ جب ان کے گھر کوئی پیدا ہوتا ہے تو وہی کچھ کرتے ہیں جو آپ ایسے موقع پہ کرتے تھے۔ جب ان کے گھر میت ہوتی ہے تو بھی آپ کا طرزِ عمل ان کا رہنما ہوتا ہے۔ جوتا پہنتے ہیں تو آپ کی سُنت ملحوظ رہتی ہے۔ غرض چھوٹا بڑا کوئی بھی کام ہو آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ کے اقوال و افعال مدِ نظر ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک وقت ایک بزرگ کی خدمت میں خربوزہ پیش کیا گیا تو اس وقت انھوں نے یہ کہہ کر خربوزہ کھانے سے انکار کر دیا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس کے کھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ کی سُنت پہ عمل کرنے کی توفیق دے اور قیامت میں صلحاء اور نیکو کاروں کے ساتھ محشور فرمائے۔ آمین

خدا نے چاہا تو اگلے جمعہ بھی اسی موضوع پہ بات ہو گی ....

یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

اقبالؔ

مولانا مفتی محمود

ایڈیٹر کے قلم سے

یہ ایک جانا پہچانا نام ہے، جسے اپنے بھی جانتے ہیں اور بیگانے بھی، ملک کے اندر رہنے والے بھی اور ملک سے باہر بسنے والے بھی، طلبہ اسے ایک بلند پایہ مدرس کی حیثیت سے جانتے ہیں کہ اس نے عیسیٰ خیل (میانوالی) میں محدود عرصہ اور اس کے بعد قاسم العلوم ملتان میں طویل عرصہ بلکہ اب تک مسند تدریس پر بیٹھ کر تشنگانِ علم کو اس طرح سیراب کیا کہ وہ نہال ہو گئے۔

علماء اسے اپنے قافلہ کے ایک ایسے فرد کی حیثیت سے پہچانتے ہیں جس پر علم و دانش ناز کرتے ہیں اور جو علم و علماء کی آبرو ہے۔

وکلاء اور دانشور اسے ایک ایسے فرد کی حیثیت سے پہچانتے ہیں جو رسمی طور پر لاء کی ڈگری نہ رکھنے کے باوجود قانون کی گتھیاں ایسے حیرت انگیز طریق سے سلجھاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حکمران اسے جانتے ہیں اور خوب کیونکہ انھوں نے بارہا اسے "ڈھب" پر لانے کی کوشش کی لیکن وہ "ہزار دام" سے ایسے نکلا کہ اس کے دامن پر کوئی بدنما داغ نہ تھا۔

سیاسیین اس سے خوب شناسا ہیں۔ کیونکہ وہ ان کی ہر محفل میں سلامت روی، سنجیدگی، متانت اور دلائل سے اپنی گفتگو کرتا ہے اور اپنا نقطۂ نظر منواتا ہے۔

عوام اور ملک کے محنت کش طبقات اسے ایک ایسے قافلہ سالار کی حیثیت سے جانتے ہیں جو ان کے حقوق کے لیے مردانہ وار لڑائی لڑنا ہی نہیں جانتا بلکہ انھیں منوانا بھی جانتا ہے۔

ایوانِ اقتدار کی بلند و بالا دیواروں نے بھی اسے دیکھا لیکن انھیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ وطنِ عزیز کی طویل تاریخ کے علی الرغم انھیں یہاں قلندری و درویشی نظر آئی اور کسی قسم کی لوٹ کھسوٹ اور طمع و حرص کا سُراغ نہ ملا۔

اور ملک سے باہر بسنے والے پاکستانی انھیں اپنے حقوق کا محافظ اور غیر پاکستانیوں میں سے مسلمان انھیں ایک مثالی مومن اور غیر مسلمان متعصب مومن سمجھتے اور مانتے ہیں اور پاکستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے درخشندہ مستقبل کے حوالہ سے جن مسلم رہنماؤں پر ان کی نظر ٹھہرتی ہے ان میں مفتی صاحب نمایاں نظر آتے ہیں۔

یہ سب کچھ ان کے عظیم و باکردار اساتذہ کی حسنِ تعلیم و تربیت کا اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسے مربّی و محسن عطا فرمائے جن کی نظر کیمیا اثر نے انھیں کندن بنا دیا۔ اور پھر انھوں نے اپنے شیوخ کی وراثت کو جو سنبھالا تو زمانہ اس پر عش عش کر اٹھا۔ خدا اس مردِ قلندر و دانا کو نظرِ بد سے بچائے۔ صحت و عافیت سے رکھے نہ معلوم اس کی ذات و صفات اور کمالات و خدمات پر کتنے لوگ لکھیں گے اور کیا کیا لکھیں گے! لیکن ضرورت تو اب بھی لکھنے کی ہے اور بہت کچھ لکھنے کی۔

خدا بھلا کرے دینی بھائی نعیم آسی کا کہ انھوں نے مفتی صاحب کی "حیات و خدمات" پر ۲۷۲ صفحات کی کتاب لکھ دی جو بین الابواب پر مشتمل ہے، موصوف لکھنے پڑھنے کا بہت اچھا سلیقہ رکھتے ہیں اور اپنی بات بڑے سلیقہ اور عمدگی سے پلیش کرتے ہیں۔ جس کا شاہکار یہ کتاب ہے۔

مفتی صاحب نے کہاں پڑھا؟ کیا پڑھا؟ کن سے پڑھا؟ اور پڑھنے کے بعد علمی اور سیاسی زندگی میں کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد، اسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر، جمعیۃ علماء اسلام، متحدہ جمہوری محاذ اور پاکستان قومی اتحاد کے سٹیج پر۔ الغرض آسی بھائی نے ایک اچھی کتاب تیار کر دی۔

انھوں نے خود اس کتاب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت کی صحیح عکاسی ہے، لکھتے ہیں:

"اس کتاب کا مرکزی کردار ایک مخلص اور سیدھا سادا انسان

ہے جن کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے اور جسے ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ سیاسی اعتبار سے اس میں کوئی پیچ و پیچ نہیں، وہ نہ کسی کو دھوکا دیتا ہے نہ کسی سے دھوکا کھاتا ہے، نہ خود سپردگی کا قائل ہے نہ خواہ مخواہ لڑائی بھڑائی کا۔

یہ کتاب ایک باحمیت عالم دین، ایک زیرک سیاست دان اور ایک عالی دماغ مدبر و منتظم کی کہانی ہے۔ آپ ان کے کسی خیال یا اقدام سے اختلاف کر سکتے ہیں، مگر امر واقعہ یہ ہے اور اس سے انکار ممکن نہیں کہ مفتی صاحب کی تمام تر سعی و جہد اور تگ و تاز کا مرکزی نقطہ روز اول سے اسلام ——— اور صرف اسلام ہے۔ وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مجھے بے حد محبوب ہیں"۔

نعیم آسی۔

اور اس محبوبیت کا رنگ اس کتاب کی سطر سطر اور لفظ لفظ میں موجود ہے۔

یہ تو ہے میرا خیال اس کتاب اور اس کتاب کے کردار نیز مرتب مصنف کے متعلق۔ باقی آپ کو کتاب کی ضرورت ہو۔ (اور ضرور ہونی چاہئے کہ اچھے لوگ اچھی کتابیں پڑھتے ہیں اور ان سے سبق حاصل کرتے ہیں) تو مسلم اکادمی وزیر پورہ سیالکوٹ کو لکھیں۔ وہ بیس روپے میں آپ کو یہ کتاب مہیا کر دیں گے۔

بقیہ: مجلس ذکر

اس ذلت و غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے جس ملک کے لوگوں نے عملی جہاد کا طریق اختیار کیا، وہ ہندوستان تھا۔ حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ اور ان کی اولاد نے جو قربانیاں دیں ان کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بالا کوٹ کے میدان کو سامنے رکھیں، علماء صادق پور کے کتب خانے حویلیاں اور مکانات جس طرح برباد کیے گئے اور انہیں عبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں، انہیں پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور شاملی کے میدان میں حکیم دہلوی کی روحانی اولاد نبرد آزما رہی، اور ان پر مختلف طرح کے مقدمات قائم کیے گئے، پھانسی پر لٹکایا گیا، جائیدادیں ضبط کی گئیں۔

اور اگلے دور میں حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ اور ان کے رفقاء اور پھر تلامذہ پر جو بیتی تو یہ داستان ایسی نہیں جو مختصر مضمون میں بیان ہو سکے۔ انگریز کا ظلم اپنے شباب پر تھا تو ان حضرات کی استقامت کا بھی جواب نہیں تھا۔ خود ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ قیدی بنا کر لاہور لائے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ حالات پہچانے نہیں بے نام و نشان ہو جائیں گے لیکن قرآن کا خادم کیسے بے نام و نشان ہوتا۔ اس لاہور ہی میں نہیں ساری دنیا میں ان کی عظمت کے جھنڈے گڑے اور اسی طرح کی بے پناہ قربانیوں کے بعد آزادی ملی اور پاکستان بنا۔

لیکن افسوس کہ تیس سال سے زائد عرصہ میں بما انزل اللہ کی حکومت قائم نہ ہو سکی، مارشل لاء پہ مارشل لاء لگے۔ جمہوریت و بنیادی جمہوریت کے تجربے ہوئے، سوشلزم کا نعرہ پھونکا گیا اور اگر موقع نہ ملا تو اسلام کو! کس قدر شرم کی بات ہے۔ اسی میں ملک کا آدھا حصہ الگ ہو گیا اور باقی ملک میں امن و اطمینان، اخلاقی قدریں، شرافت و قانون کی عملداری نام کی کوئی چیز نہیں۔ مہنگائی کمر توڑ ہے، انصاف ڈھونڈے سے نہیں ملتا، یہ سب کچھ قانون خداوندی سے انحراف کا نتیجہ ہے جس کا خطرناک انجام ان الفاظ میں موجود ہے جن کا ابتدا میں ذکر ہوا۔

اسلئے ضرورت ہے کہ ملک کا ہر فرد اسی مقصد کیلئے اٹھ کھڑا ہو اور ملک میں نظام شریعت کے نفاذ کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دے انشاء اللہ اسطرح مقصد حل ہو جائیگا اور اسکے بدلے دنیا و آخرت میں جو مسرت و خوشی نصیب ہوگی اسکا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے ——— وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

جمہوریت کا پوسٹ مارٹم

جلال بادشاہی ہو یا کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

•

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری



جناب محترم پروفیسر یوسف سلیم چشتی الحسینی نصف صدی سے زائد عرصہ کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ موصوف نے مختلف محاذوں پر جو کام کیا اس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

جو محاذ سب سے زیادہ آپ کی جد وجہد کا محور رہا وہ ہے "تقابلِ ادیان" کا محاذ! اس مسئلہ پر موصوف کے نوٹس کے فائیل دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس باہمت انسان نے کتنا بے پناہ مطالعہ کیا ہے!

یکم نومبر ۱۹۷۷ء سے محکمہ اوقاف پنجاب کے زیرِ اہتمام "علماء کے تربیتی کورس" میں آپ نے جو افتتاحی مقالہ پڑھا وہ موصوف نیز ڈائریکٹر اکادمی جناب محمد یوسف گورایہ کے شکریہ کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔ اس مقالہ میں تعلیم کی تاریخ بھی ہے اور بہتر مستقبل کے لیے تجاویز بھی! اور اس مقالہ کی اشاعت کا بنیادی مقصد ان تجاویز کی طرف اہلِ علم کی توجہ دلانا ہے!

چھ ماہ کے اس کورس میں موصوف ۹ مختلف مذاہب پر اپنی زندگی بھر کی محنت سے شرکاء کو آگاہ کریں گے۔ جن میں یہودیت، نصرانیت، ہندو دھرم، بدھ دھرم، بہائی مذہب، قادیانیت، جین دھرم، مجوسیت اور سکھ دھرم شامل ہیں۔

علماء اوقاف جو محکمہ کی طرف سے شریک ہوں گے، کے علاوہ شائقین حضرات ڈائریکٹر اکادمی سے اجازت حاصل کر کے شریک ہو سکتے ہیں۔

—— (ادارہ) ——

یکم نومبر ۱۹۷۷ء

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للّٰہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ الکریم

صدرِ محترم، علمائے کرام اور حاضرینِ مجلس السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ

سب سے پہلے اللّٰہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اربابِ علم و فضل کی محفل میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے اہم فریضے پر اظہارِ خیال کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ حضرات سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ دینِ اسلام، تمام ادیانِ عالم میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ جس پر یہ آیتِ شریفہ شاہد ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۳/۱۰۴

"اے مسلمانو! تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے۔"

اس حکم کی تعمیل میں مسلمانوں کے ایک گروہ نے ہر زمانے میں دین کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا اور اس مقصد کے لیے کثیر تعداد میں دینی اور علمی مدارس قائم کیے۔

۱۶۹۹ء میں ایک انگریز سفیر (سندھ) آیا تھا [illegible] جو رپورٹ جی آئی کمپنی کو بھیجی کی [illegible] شہر میں عربی کے چار سو مدارس [illegible]

پڑھائے جاتے ہیں۔ ۱۸۶۵ء میں جب اڈورڈ ... کالج پہنچا تو ... سے زائد علماء اس کے استقبال کے لیے اس چھوٹے سے شہر کے صدر دروازے پر کھڑے تھے۔ یہ دو مثالیں کافی ہیں۔

ملا نظام الدین سہالوی المتوفی ۱۷۴۸ء نے قدیم نصاب تعلیم کے بجائے، جو لودیوں کے عہدِ حکومت میں مرتب ہوا تھا، نیا نصابِ تعلیم مدون کیا جو آج تک ہند و پاکستان کے عربی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ ۱۸۳۵ء میں انگریزوں نے فارسی کے بجائے انگریزی کو سرکاری اور دفتری زبان قرار دیا۔ مسلمانوں نے حتی الامکان اس تبدیلی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی لیکن بوجوہ خاص انہیں کامیابی نہ ہو سکی۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنی ثقافت ہی سے بیگانہ نہیں کیا بلکہ مذہب سے بھی انحراف و ارتداد کا منصوبہ بنایا۔ میں اس وقت اس کی تفصیل بھی بیان نہیں کر سکتا۔ مختصراً یہ کہ ۱۸۳۵ء سے دینِ اسلام کے خلاف اور اس کی تردید میں مناظرانہ کتابوں اور مناظروں کا ایک سیلاب امنڈ آیا، اور یہ سلسلہ ۱۸۵۵ء تک جاری رہا۔

انقلاب ۱۸۵۷ء میں ناکامی کے بعد درد مند مسلمانوں نے دین کی حفاظت کے لیے دیوبند ضلع سہارنپور میں ۱۲۸۳ھ، ۱۸۶۷ء میں عربی کا مدرسہ قائم کیا تاکہ مغربیت اور افرنگیت اور مادیت کے سیلاب کو روکا جا سکے، چونکہ یہ انقلاب اور ذہنی اضطراب کا دور تھا جس کا اندازہ ہم لوگ ۱۹۷۷ء میں نہیں کر سکتے۔ بس ایک مصرع کافی ہے:

ع۔ جسے دیکھا حاکمِ وقت نے، کہا یہ تو قابلِ دار ہے!

صرف دہلی شہر میں تیس ہزار سے زائد مسلمانوں کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا۔ اس لیے مسلمان علماء درسِ نظامی پر نظرثانی نہ کر سکے۔ اور اسے بعینہٖ نافذ کر دیا گیا اور ہند و پاک میں ہنوز یہی تین سو سال پہلے کا نصابِ تعلیم مروج ہے۔ میری ناچیز رائے میں قیامِ پاکستان کے بعد تعلیم کے دونوں نظاموں میں (نظامِ مدارسِ عربیہ و انگلیسیہ) میں ہم آہنگی اور خوشگوار امتزاج کی اشد ضرورت تھی مگر مختلف اسباب و عوارض کی وجہ سے، جن کی تفصیل موجبِ طولِ کلام ہو گی، ہماری قومی زندگی کا یہ اہم منصوبہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔

اس پس منظر میں محکمۂ اوقاف نے یہ جرأت مندانہ قدم اٹھایا کہ اگر اس وقت درسِ نظامی پر نظرثانی اور اس میں مناسب حال ترمیم و تنسیخ ممکن نہیں ہے تو درسِ نظامی کے فارغ التحصیل علماء کو حالاتِ حاضرہ اور علوم و تحریکاتِ جدیدہ اور انکشافاتِ علمیہ اور نظریاتِ اقوامِ مغرب سے تو روشناس کر دیا جائے تاکہ وہ ان سرچشموں سے آگاہ ہو سکیں جن سے سیرابی کی بدولت، آج تمام اقوامِ مغرب دنیا پر خصوصاً تمام مشرق کے اجسام اور اذہان پر حکومت کر رہی ہیں۔ پہلے زمانے میں مثلاً مغلوں نے ہندوؤں کے اجسام پر حکومت کی، لیکن اقوامِ مغرب تو دل و دماغ پر بھی حکومت کر رہی ہیں۔ جبھی تو اکبر الٰہ آبادی نے یہ شعر کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اور انہی کی تقلید میں ان کے معنوی شاگرد اقبال لاہوری نے اس شعر کی تفسیر یوں کی:

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

محکمۂ اوقاف نے علماء کے ذہنی افق میں وسعت پیدا کرنے کے لیے ایک جامع پروگرام وضع کیا ہے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے وسیع پیمانے پر انتظامات کیے ہیں، اور ملک کے بہترین دماغی اور علمی قابلیت رکھنے والے حضرات کا عملی تعاون حاصل کیا ہے۔ جس کے لیے محکمہ مذکورہ کے اربابِ حل و عقد قوم کی طرف سے بہترین ہدیۂ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے حسبِ ذیل مباحث پر مفسرانہ اور محققانہ دروس و تقاریر کا انتظام کیا ہے:۔

۱۔ مقاصد القرآن ۲۔ سیرۃ الرسول اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۳۔ فقہ ۴۔ تاریخ اسلام ۵۔ تقابلِ ادیان ۶۔ اسلام اور معاشیات ۷۔ سیاسیات ۸۔ عمرانیات ۹۔ اسلام اور سائنس ۱۰۔ فلسفۂ مغرب ۱۱۔ عصرِ حاضر ۱۲۔ تاریخِ علومِ اسلامی ۱۳۔ اسلام کے فقہی اور صوفیانہ مسالک کا تقابلی مطالعہ، قادری، نقشبندی، سہروردی اور چشتی، ۱۴۔ ممالکِ اسلامی میں جدید اسلامی تحریکات ۱۵۔ جدید عربی ادبیات ۱۶۔ تعارف شعبہ جات سرکاری۔

ان مباحثِ متعددہ میں مقاصد القرآن کا موضوعِ بحث و تمحیص سرفہرست ہے۔ اس میں ان مقاصد کو واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جن کے حصول کے لیے قرآن نازل ہوا۔ چنانچہ درساً درساً قرآن پڑھانے کے بجائے اس کی بنیادی تعلیمات اور خصوصیات پر بحث ہوتی ہے تاکہ علماء قرآن کی عالمگیر اور آفاقی تعلیمات سے آگاہ ہو کر علی وجہ البصیرت ان کی تشریح و تبلیغ کا فریضہ انجام دے سکیں اور عوام کو روحانی فیض پہنچا سکیں۔ مثلاً قرآن مجید کیوں نازل ہوا؟ اسی

نے بنی آدم کی کن کن ضرورتوں کو پورا کیا، اس نے اقوامِ عالم اور خصوصاً مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کیا انقلاب پیدا کیا؟ ہم اس موجودہ زمانے میں قرآنی بنیادوں پر اپنی مذہبی فکر کی جدید تشکیل کیسے کریں؟

اسی طرح ہم سیرت رسول اللہ ؐ پڑھاتے ہیں جس میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ آپؐ نے مکی زندگی میں بارہ سال تک تطہیر و تعمیرِ فکر کا زبردست کارنامہ انجام دیا۔ اس کے بعد مدنی زندگی میں دس سال تک اپنی تعلیمات کو عملی جامہ پہنایا۔ اور ایک ایسا مثالی پاکیزہ معاشرہ قائم کر دیا جس میں اپنی ضروریات کے لیے کوئی کسی کا محتاج نہیں تھا۔ اقبال نے شریعتِ اسلامیہ کے اس بنیادی نکتے کو یوں بیان کیا ہے:

کس نباشد در جہاں محتاجِ کس
نکتۂ شرعِ مبیں این است و بس

اور حریتِ نفس و ضمیر کی ایسی فضا قائم کر دی جس میں ایک معمولی اور عام مسلمان امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین سے بھری محفل میں یہ دریافت کر سکتا تھا کہ اے عمرؓ! سب مسلمانوں کو دو دو گز کپڑا ملا تھا مگر تمہارا یہ کرتا دو گز میں کیسے بن گیا؟ تم تو بہت طویل القامت اور عظیم الجثہ ہو؟ تاریخ کا ہر طالبعلم جانتا ہے کہ اس عمرؓ نے جس کے نام سے قیصر و کسریٰ لرزہ بر اندام تھے اور جس کے دُرّے میں بقول حضرت علیؓ، تلوار سے زیادہ ہیبت اور سطوت تھی، اپنے فرزند (عبداللہ) سے کہا، بیٹے! اٹھو اور اپنے باپ کو DEFEND کرو۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے سلمان فارسی کو مخاطب کر کے خدا کے گھر میں باقرار صالح بیان کیا کہ میں نے اپنے حصے کا دو گز کپڑا بھی اپنے پدر بزرگوار کو دے دیا تاکہ چار گز میں ان کا کرتا بن سکے۔

یہ سُن کر سلمانؓ نے کہا: ہاں اب اے عمرؓ! تم ہمیں حکم دو ہم تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے"۔

چشمِ فلک ابھی تک اس نوعیت کا دوسرا واقعہ دیکھنے کی مشتاق بھی ہے اور منتظر بھی!

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ علوم آج پاکستان یا ہندوستان میں کہیں نہیں پڑھائے جاتے۔ اسی نہج اور اسی طرز پر تاریخِ اسلام، تاریخ علوم اسلامیہ، اسلام اور سائنس، اسلام اور فلسفۂ جدید، اسلام اور جدید سیاسی، معاشی، عمرانی نظریات کا تقابلی مطالعہ کرانا، تاکہ علماء کے ذہان میں وسعت اور افکار میں تنوع پیدا ہو سکے۔

میں اس تربیتی ادارے میں ۱۹۷۰ء سے تقابلِ ادیانِ عالم پر لیکچر دے رہا ہوں۔ واضح ہو کہ تقابلِ ادیان قرآن حکیم کا مخصوص موضوع ہے۔ قرآن حکیم کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ اس زندۂ جاوید کتاب نے دنیا کے تمام ادیانِ باطلہ اور عقائدِ کفریہ کا رد کیا ہے اور بہ دلائل عقلیہ رد کیا ہے تاکہ مدِ مقابل پر حقیقی معنی میں اتمامِ حجت ہو سکے۔ یہ مضمون درسِ نظامی میں شامل نہیں ہے۔

میں اپنے گذشتہ ہفت سالہ ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ مختلف مدارسِ فکر کے علماء نے تقابلِ ادیان کے موضوع اور مضمون کو پسند کیا اور انہیں بات کا یقین بھی ہو گیا ہے کہ اس فن سے آگاہی کے بغیر اس بیسویں صدی میں دینِ اسلام کی عظمت اور فوقیت، صداقت اور حقانیت، غیر مسلموں پر ثابت نہیں کی جا سکتی، اور یہی بات بھی یہی ہے کہ تقابل کے بعد ہی اسلام کی فضیلت اور عظمت غیر مسلموں کے ذہنوں میں علی وجہ البصیرت قائم اور مرتسم ہو سکتی ہے۔

میری رائے میں محکمۂ اوقاف نے یہ تربیتی ادارہ قائم کر کے عصرِ حاضر کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس ادارے نے تعصب اور تنگ نظری اور فرقہ واریت کو ختم کر دیا ہے۔ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کا ایک کلاس روم میں اجتماع اور ایک ہی ہوسٹل میں قیام کرنا، ایک ہی کمرے میں بیٹھ کر مطالعہ کرنا، یہ مظاہر بلاشبہ مختلف مدارس کے فکر و نظر میں اتحاد اور ہم آہنگی کی طرف ایک عظیم الشان تعمیری اقدام ہیں۔

مزید براں یہ ششماہی تربیتی کورس، علاقائیت، صوبائیت، لسانی اور تمدنی تعصبات کی بیخ کنی کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اس تربیتی کورس کی بدولت پاکستانی علماء، قرآن و سنت کی روشنی میں جدید معاشی، عمرانی، ثقافتی، تمدنی، مجلسی، تعلیمی اور قانونی مسائل پر بحث و تمحیص کی بنا پر اور اس کے ذریعے سے مختلف النوع مسائل حل کرنے کی نظری تربیت حاصل کرتے ہیں۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت اطمینان ہوا کہ جس انداز سے اب کام ہو رہا ہے وہ انتہائی منظم، مرتب اور باضابطہ اور مؤثر ہے۔

اور میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اسی لیے ممکن ہو سکا کہ اکیڈیمی کے فاضل ڈائریکٹر جناب محمد یوسف گورایہ شب و روز انتھک محنت، توجہ اور تندہی سے کام کر رہے ہیں اور چونکہ بفضلِ خدا وہ خود جدید و قدیم علوم کے ماہر ہیں، مشرقی اور مغربی دونوں حلقوں کے شناسا ہیں اور یورپ اور امریکہ کے نامور مستشرقین کے افکار و نظریات سے باخبر ہیں، اسلامی اور غیر اسلامی نظریات سے آگاہ ہیں، جدید مذہبی، عمرانی، سیاسی اور معاشی تحریکوں سے آگاہ ہیں، سب سے بڑھ کر یہ بات کہ وہ ان مخفی گوشوں سے بھی واقف ہیں جنکے ذریعہ یورپ کے مصنفین اور محققین دینِ اسلام پر معترض ہوتے ہیں اس لیے وہ اس منفرد، اہم اور مفید ادارے کے لیے نہایت موزوں ہیں جس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ وہ اس ادارے کو بڑی کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ مختلف الخیال علماء سے عہدہ برآ ہونے کے لیے، علم کتابی اور جودتِ ذہنی کے علاوہ بڑے تحمل، بڑے حوصلے اور بڑی وسعت نظر کی ضرورت ہے۔

الحمد للہ! ان کا وجود اس ادارے کی فعالیت اور افادیت کی پختہ ضمانت ہے۔

آخر میں ایک تجویز اس اکیڈیمی کے اربابِ حل و عقد کی خدمت میں پیش کرنی چاہتا ہوں، وَھُوَ ھٰذا:-

جو علماء یہاں آتے ہیں ان کا ذہن دس بارہ سال کی طویل مدت میں ایک خاص سانچے میں ڈھل چکا ہوتا ہے اگرچہ موجودہ تربیتی کورس سے وہ دورانِ ملازمت میں بہت کچھ مستفید ہوتے ہیں تاہم میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر محکمۂ اوقاف صحیح معنوں میں مساجد کو مرکزِ ملت اور اماموں اور خطیبوں کو رہنمائے ملت بنانا چاہتا ہے تو ان کی تربیت قبل از ملازمت کا انتظام کرے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ دینی درس گاہوں کے ایسے فارغ التحصیل عالم کا انتخاب کرے جو عربی گرامر پر عبور کے علاوہ تفسیر، حدیث، فقہ اور منطق فلسفہ اور کلام جیسے ادق مضامین سے پوری طرح آشنا ہو چکا ہو اور مذکورہ بالا علوم و فنون میں سے کسی خاص علم یا فن میں مزید تحقیق کا جذبہ رکھتا ہو۔ اسے دو سال تک اس کے منتخب کردہ علم میں مزید تربیت دی جائے اور اسے تمام مضامینِ متعلقہ پوری تفصیل اور گہرائی کے ساتھ پڑھائے جائیں، آپ اسے درجۂ تخصص کہہ سکتے ہیں۔

نیز اسے انگریزی، جدید عربی اور اردو ادب سے بھی واقف کرایا جائے تاکہ وہ کشادہ ذہن اور وسیع نظر کا مالک ہو سکے اور موجودہ دور میں حقائقِ اسلام کو اس طریق سے پیش کر سکے کہ وہ جدید اذہان کو اپیل کر سکے۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر محکمۂ اوقاف، مذکورہ بالا طرز پر علماء کی تربیت کا انتظام کر سکے تو اس کی طرف سے یہ اقدام پوری ملتِ اسلامیہ پر احسانِ عظیم ہو گا۔

اور میں یہ بھی وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسے وسیع النظر محقق اور روشن خیال علماء اور خطیب پیدا کرنا محکمۂ اوقاف کے مقاصدِ عظیمہ میں سب سے بڑا مقصد ہے۔

آخر میں معزز سامعین کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے علماء کے اس اجلاس میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع عنایت فرمایا۔

(وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)

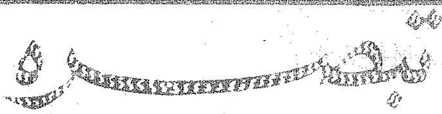
اقبال کا شکوہ

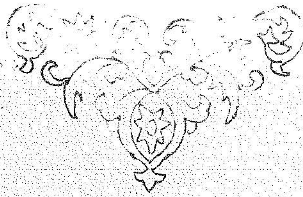
شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود!
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

*

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالیؒ نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

●





نام کتاب : مکتوباتِ صدی

سرزمین بہار کے فرزند عزیز اور دنیائے احسان و تصوف کے مایہ ناز سپوت شیخ احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ ان اعاظم رجال میں سے تھے ۔ جن کے متعلق علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

حضرت کے اجداد بیت المقدس کے رہنے والے تھے ۔ اور وہ وہاں سے پٹنہ (بہار) تشریف لائے ۔ آپ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۸۲ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے ۔ گویا آپ نے ایک سو بیس سال سے زائد عمر پائی ۔ لیکن یہ عمر کیسے گذری ۔ اس کا صحیح اندازہ تو آپ کو شیخ کی سوانح حیات پڑھنے سے ہوگا اور ممکن ہو تو برصغیر کے مایہ ناز مصنف مولانا علی میاں کی تاریخ دعوت و عزیمت پڑھیں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے اسلاف کیا کارنامے سرانجام دے گئے ؟

زیر تبصرہ کتاب جو آپ کے یکصد مکتوبات پر مشتمل ہے ۔ یہ مکتوبات ادب و بلاغت کے اعتبار سے جو مقام رکھتے ہیں وہ تو رکھتے ہیں ۔ معنوی اعتبار سے ان کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ جیسے نابغہ حضرات نے ان مکتوبات کے حوالے اپنی تحریروں میں دئے ہیں ۔

یہ مکتوبات آپ کے ایک خادم کے نام ہیں جو "چوسہ" کے حاکم تھے اور ان میں سلوک و تصوف کے علاوہ مختلف دینی و کلامی مسائل پر سیر حاصل بحث ہے سرزمین بہار کے دو فرزندوں حضرت السید شاہ نجم الدین احمد فردوسی اور حضرت السید شاہ الیاس بہاری رحمہم اللہ نے ان کا ترجمہ کیا ۔ اور جامعہ سندھ جامشورو کے صدر شعبہ اردو ڈاکٹر سید شاہ محمد نعیم ندوی نے بڑی محنت و خلوص سے انہیں مرتب فرمایا ۔ اور اس طرح خلق خدا کے استفادہ کے لیے علم و معرفت کا یہ خزینہ معرض وجود میں آ گیا ۔

مرتب موصوف نے شیخ کی مختصر سوانح حیات کے ساتھ ساتھ اس نسخہ عجیبہ کا پس منظر وغیرہ بڑی حد تک ذکر کر دیا ہے ۔ جس سے قاری بہتر طریق سے استفادہ کر سکتا ہے ۔

ایچ ۔ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی نے سفید کاغذ پر خوبصورت اور ستھری کتابت و طباعت کا اہتمام کیا نیز مضبوط جلد اور اس پر پلاسٹک کور کا انتظام کر کے محض ۴۸/- روپے میں اہل ذوق کے لئے ایک بہترین تحفہ طیار کر دیا ہے ۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

نام کتاب : تاریخ المدینہ المنورہ

نبی امیؐ علیہ السلام کے دار الہجرت مدینہ طیبہ جس کو آپ کے ابدی آرام کی سعادت حاصل ہوئی کے متعلق عربی زبان میں خاصا لٹریچر موجود ہے لیکن اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس میں مفصل طریق سے اس شہر مقدس کی پوری تاریخ موجود ہو ۔

راولپنڈی کے جواں سال اور صالح عالم مولانا محمد عبد المعبود نے ۳۸۰ صفحات (درمیانہ سائز) کی یہ کتاب لکھ کر ملت پر احسان کیا ہے ۔ موصوف نے ۷۳ چھوٹی بڑی کتابوں کے عمیق اور گہرے مطالعہ کے بعد اس کتاب کو

مرتب کیا جو ۳۵۶ ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب میں مدینہ منورہ کا جغرافیہ، اس میں آباد قدیم قوموں کے حالات ذکر کرنے کے بعد اسلام کے پیغام رحمت کے وہاں پہنچنے سے لے کر سیرت نبوی کا وہ تمام حصہ شامل ہے جس کا بطور خاص اس شہر سے تعلق ہے اس کے علاوہ روضہ انور کی مکمل تاریخ، مسجد نبوی کی ابتدائی تعمیر سے لے کر اب تک کی تعمیر و ترقی کا مفصل نقشہ ہے اور اس شہر خوباں کی مختلف عمارات وغیرہ کا دلنشیں حال موجود ہے جس میں مراقد، مساجد، کنوؤں وغیرہ کا مفصل ذکر ہے۔ اور پھر ضمنی طور پر متعدد مسائل متعلقہ مدینہ و زیارتِ مدینہ کا حال نیز اہل عشق و کمال کے ایمان افروز واقعات نے کتاب کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ درمیان درمیان مختلف نقشوں سے کتاب کو مزین کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب علم و ادب اور تاریخ و شریعت کا ایک باکمال مجموعہ بن گیا ہے کتاب خوبصورت کاغذ، سفید سرورق انتہائی دیدہ زیب اور جلد مضبوط سنہری ڈائی دار قیمت مجلد ۲۵/- روپے جبکہ بغیر جلد ۲۰/- روپے میں مکتبہ حبیب پھولوں والی مسجد رحمان پورہ راولپنڈی سے دستیاب ہے۔

نام کتاب: اورادِ مشائخ

حضرت مولانا حافظ ریاض احمد اشرفی سینئر ایگزیکٹو روزنامہ جنگ راولپنڈی صاحب علم و معرفت بزرگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا ہے۔ اہل اللہ اور ان کی تحریروں سے محبت آپ کا خصوصی امتیاز ہے۔

اس پاکٹ سائز کتابچہ میں اوراد فتحیہ، حزب البحر، مسبعات عشر اور دوسری ماثورہ دعاؤں کو آپ نے جمع کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے پڑھنے کے طریق حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ جیسے بزرگوں کے حوالہ سے ان کے برکات وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے۔ دعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق مغز عبادت ہے اور اس سے زخمی اور پریشان دلوں کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔ لیکن دعا میں قرآن و سنت کے کلمات اور اہل اللہ کے طریق سامنے رکھے جائیں۔ تو اس سے نفع دوچند ہو جاتا ہے۔

یہ خوبصورت مجموعہ ۴۶۶ لاجپت نگر دریا آباد روڈ راولپنڈی سے پچاس پیسہ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوایا جا سکتا ہے۔ (اسعد رحمانی)

بقیہ: افاداتِ محمود

نیز فرمایا وھدینٰہ النجدین۔ ایک خیر تھا، ایک شر۔ تو قرآن نے دو وسیع کی ہدایت کی تو دونوں میں فرق ہو گیا۔

نیز فرمایا۔ قد تبین الرشد من الغی۔ قبل از قرآن قرآن رشد و غیّ میں فرق نہ تھا اس لیے اسے فرقان کہا گیا ہے۔

الثالث، الکتاب: چنانچہ فرمایا الحمد للہ الذی انزل علیہ الکتاب۔ نیز ایک جگہ فرمایا۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ۔

وجہ تسمیہ قرآن کو کتاب کیوں کہتے ہیں؟

کتاب یہاں مکتوب کے معنی میں ہے جیسا کہ عام طور پر گفتگو میں مستعمل ہے۔ ارسلت الی فلانٍ کتاباً۔ لہٰذا خط کو بھی کتاب کہا جاتا ہے۔

لہٰذا قرآن کریم تو پہلے ہی اللہ تعالےٰ کے پاس لکھا ہوا تھا چنانچہ فرمایا۔ بل ھو قراٰن مجیدٌ فی لوحٍ محفوظ۔ (الآیہ)

لوح اس تختہ کو کہتے ہیں جس پر کچھ لکھا جاتا ہے۔ اس لیے اس کو بھی کتاب کہا جاتا ہے۔

الرابع، الذکر: جیسے قرآن حکیم میں ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔

وجہ تسمیہ، قرآن کو ذکر کیوں کہتے ہیں؟

قرآن مجید کو ذکر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ذکر من اللہ ہے یعنی یذکر بہ العباد ای یعرفھم حدودًا و فرائضھم یعنی حلال و حرام یاد دلائی جاتی ہیں۔ یا اس لیے کہتے ہیں کہ ذکر بھی شرف و فخر کے بھی آتا ہے۔ چنانچہ فرمایا وانہ لذکرٌ لک ولقومک۔ یہ ذکر بھی فخر و شرافت ہے۔

مولانا عبید اللہ انور پبلیشر نے بمطبع خواجہ شوکت علی پریمیئر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا

افاداتِ محمود

مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود زید مجدہم کے ارشادات

مسلسل

ضبط و ترتیب : مولوی محمد یوسف خان

قرآن کریم کے اسماء

قرآن کریم کے اسماء خود قرآن کریم میں چار ذکر کیے گئے ہیں۔

الاول القرآن : سورۂ یوسف کی آیت آپ کے پیشِ نظر ہے۔ نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک ھذا القرآن (الآیہ)

پھر ایک جگہ فرمایا۔ انا ھذا القرآن یقص علی اسرائیل اکثر الذی ھم فیھا یختلفون۔

پھر ایک جگہ فرمایا: وانہٗ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسّہٗ الّا المطھرون۔

لفظ قرآن کی لغوی تحقیق و معانی قرآن

قرآن مصدر ہے قرأ یقرأ سے بروزن نصر ینصر جیسے خسران خَسِرَ سے اور غفران غَفَرَ سے یا کفران کَفَرَ سے یاد رہے کہ فُعلان کا وزن مصادر میں مستعمل ہے۔

اصل میں قرآن کہتے ہیں جمع کرنے کو اور ملانے کو۔ کقول العرب ... ما قرأت ھذہ الناقۃ سلاقط (سلا کہتے ہیں رحم یعنی بچہ دانی کو) یعنی لم تضم رحمًا علی ولید قط (کہ جس ناقہ کے بچہ نہ پیدا ہوا ہو) یعنی اس نے اپنے رحم کو کبھی بچہ کے ساتھ نہیں جمع کیا۔

چنانچہ قرآن کریم میں بھی ہے انّ علینا جمعہ و قرآنہ اسی طرح کہا جاتا ہے۔ قرأت الشئ ای اذا جمعتہ الشئ بعضہ الی البعض۔

وجہ تسمیہ یعنی قرآن کو قرآن کیوں کہتے ہیں

عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے آیت انّ علینا جمعہ و قرآنہ کی تفسیر میں اور ان نقرأنک فلا تنسیٰ (کہ ہم آیات کو آپ کے سینے میں جمع کر دیں گے) چونکہ آیاتِ قرآنیہ کو آپ کے سینہ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

الثانی الفرقان : چنانچہ قرآن حکیم میں ہے — تبارک الذی نزّل الفرقان علیٰ عبدہٖ (الآیہ)

الفرقان یہ بھی مصدر ہے جیسے قرآن مصدر تھا اسی طرح یہ بھی فَرَقَ سے مصدر ہے۔

وجہ تسمیہ یعنی قرآن کو فرقان کیوں کہتے ہیں؟

قرآن کو فرقان اس لیے کہتے ہیں کہ لانہٗ فارق بین الحق والباطل۔ یعنی اس کے دلائل و حجج یہ فارق ہیں بین الحق والباطل و بین المحق والمبطل۔

جب قرآن مجید کا نزول نہ ہوا تھا تو سب ایک طرح کے لوگ تھے۔ نزولِ قرآن کے بعد جن لوگوں نے اسے قبول کیا وہ محق قرار دیے گئے اور جنہوں نے انکار کر دیا وہ مبطل ہو گئے۔ الغرض خیر و شر میں تمیز کر دی۔

(باقی ۲۶ پر)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

انجمن "خدام الدین"

شاہراہِ ترقی پر

حضرت الامام الشیخ الکبیر مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز

کی یادگار

انجمن خدام الدینؒ

کا

شعبہ تصنیف و اشاعت

قائم کر دیا گیا ہے

جس میں حضرت لاہوریؒ کی کتب کے علاوہ عالم اسلام کے صی[illegible]فکر مصنفین و مؤلفین کی نادر و نایاب کتب کے حصول و اشاعت کا بہترین انتظام کیا گیا ہے۔

اس شعبہ کا دفتر جامع مسجد شیرانوالہ کے متصل قائم کیا گیا ہے

جو

صبح ۸ بجے سے شام تک

کھلا رہے گا

مختلف زبانوں کی معیاری مطبوعات کے حصول کے لیے خود ملیں یا لکھیں۔

شعبہ تصنیف و اشاعت انجمن خدام الدین

شیرانوالہ دروازہ لاہور

ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور

کا

دورِ جدید

۶ جنوری سے نئے انداز کے ساتھ

جس میں

عورتوں، بچوں اور مراسلاتی صفحہ کے علاوہ "فرمودات بانی انجمن" کا مستقل صفحہ شروع کیا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ

جدید معاشی اور معاشرتی مسائل پر سنجیدہ اور با ذوق اہل قلم کی خدمات حاصل کی جا رہی ہیں تاکہ پرچہ کو زیادہ سے زیادہ وقیع بنایا جا سکے۔

صفحات ۳۶ — ٹائیٹل انتہائی جاذب نظر

قیمت ڈیڑھ روپیہ

ہم اپنے قارئین سے جہاں بھرپور سرپرستی کی توقع رکھتے ہیں وہاں ان سے گذارش کریں گے کہ وہ پرچہ کے سلسلے میں اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں۔

اس کے علاوہ اہل قلم حضرات سے مقالات اور تجارتی اداروں سے اشتہارات کے ذریعہ تعاون کی درخواست کرتے ہیں۔

ادارہ خدام الدین لاہور